شخص تھیوصوفی کے وسیع اصولوں کے مطابق اپنا عمل رکھیگا تو بیشک نتیجہ نیک ہوگا۔

خاتمہ

واضح ہو کہ اس مختصر کتاب میں صرف خلاصہ اُن اصولوں کا بیان کیا گیا ہے کہ جنکا مفصل ذکر کتاب سیکرٹ ڈاکٹرن مصنفہ سیدہ مم بلیوٹسکی صاحبہ میں درج ہیں۔ اور وہ کتاب مخزن اُس علم کا ہے۔ کہ جو ابتدائی زمانہ سے مہاتماؤں اور کاملوں ہر زمانہ و ہر ملک کے سینہ بسینہ چلا آیا ہے اور جس پر جملہ مذاہب مروجہ دنیاوی کی بنیاد ہے اگر اُن اصلی اصولوں کو سمجھا جائے تو جو تفرقات بیرونی مختلف مذاہب میں بظاہر معلوم ہوتے ہیں وہ رفع ہوجائیں۔

واضح ہو کہ تھیوصوفی سے مراد صرف علم مکاشفات اور کرامات اور سدھیاں نہیں ہیں نہ تھیوصوفی انکو امر اہم سمجھتی ہے۔ خالص گیان یعنے تصوف اور ترقی روحانی اور اخلاق درجہ اعلیٰ اسکا مقصد اصلی ہے۔

جو کوئی شخص اصول تھیوصوفی اور اسکی کتابیں دیکھنا چاہے یا کوئی امر تھیوصوفی کے بارہ میں دریافت کرنا چاہے اُسکو تھیوصوفیکل سوسائٹی ہائے سے جو جابجا ہندوستان۔ امریکہ۔ اور انگلستان میں قایم ہیں پتہ مل سکتا ہے۔

خاتمہ بالخیر

اسکی اندرونی خواہشیں اور رغبتیں بہت زور کرتی ہیں کیونکہ وہ جبرًا اپنے کرم یعنے اعمال کے پھلونکو وقت
سے پہلے پختگی پہنچانا چاہتا ہے چنانچہ کرم یعنے اعمال کے نتائج اُسکو ایک دوسرے کے بعد بہت جلد
جلد بھگتنے پڑتے ہیں کہ جو معمولی دوران زمانہ کی ترقی میں ہزارہا برس میں تکمیل پانیوالے تھے جو
کچھہ بدی کی رغبتیں اُسکے خاصہ میں ہوتی ہیں وہ فوراً پختہ ہوکر ظہور میں آتی ہیں کیونکہ ترقی باطنی ہمیشہ
بہت جلد صفائی باطن کی کرکے ہر قسم کی کدورت کو نکالدیتی ہے جسطرح خون کا غلیظ مادہ پھر خون میں
واپس پہنچانے سے بہت خراب نتیجہ ہوتا ہے اُسیطرح ناقص رغبتیں جب پیدا ہونے لگیں تو انکو دبا رکھنا
بہت خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور آئندہ کی ترقی بالکل مسدود ہوجاتی ہے۔ اسلئے حرص و ہوا
اور نفسانیت کے جملہ خس و خاشاک بڑے زور سے جڑ سے اوکھاڑ کر صاف کردینے چاہیں تب خوابِ
اعلی کی فصل احتیاط اور کوشش سے عمدہ پھل دے سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو چند شخصوں
نے اس راستہ میں داخل ہونیکے لئے از حد منت و معذرت کی مگر اُنکو قطعی جواب ملا جہانتک اونکے
ترحم اور مصلحت کو لوگوں نے نہیں سمجھا اور اس انکار سے بہت قسم کی غلط خیالیں پیدا ہوئیں
مگر یہہ سب کوتہ فہمی کا باعث ہے جہانتک اونکا انکار خالی از مصلحت نہیں۔

اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے میں صاف صاف گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہانتک تعلیم
اور اصول تھیوصوفی۔ تھیوصوفیکل سوسائٹی عوام میں پھیلانا چاہتی ہے اور جو آخر کار تعلیم باطنی
کے حاصل کرنیکی تیاری پوری طرح سے کرسکتی ہے۔ مگر گپت ودیا کی اصلی عملی تعلیم سے متعلق
نہیں ہے۔ بلا لحاظ قوم مذہب وغیرہ ہر شخص کو موقعہ تحصیل گپت ودیا دینے کی ذمہ وار ہے
مگر کسی کو کوئی نتیجہ خراب و خطرناک ہو تو سوسائٹی ذمہ وار نہیں ہے۔ کیونکہ ابتدا سے سوسائٹی
ہر موقعہ پر طالبان کو آگاہ کرتی آتی ہے۔ کہ اس راستہ کی کوئی عملی کارروائی بلا امداد اور تعلیم
مرشد یعنے گورو کے کوئی شخص ہرگز قصد نکرے۔ البتہ سوسائٹی یہہ تحقیق کہہ سکتی ہے کہ اگر کوئی

کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی تحصیل کے درمیان بہت سے درجہ ہیں جسطرح آدمی شب کی تاریکی درجہ بدرجہ رفع ہوکر ٹھیک دوپہر کی روشنی ہوجاتی ہے۔ اسیطرح منزل معرفت کی ابتدا سے انتہا تک ترقی انسان کی کوئی حد مقرر نہیں ایک طرف تو سبھی کچھ عمدہ اور لائق اور پسندیدہ ہے اور دوسری طرف ادنیٰ اور حقیر اور بے ہمتی ہے۔ جسقدر ترقی میں کوشش کیجاتی ہے نتایج تو اسی قسم کے ہوتے ہیں فرق صرف درجہ کا ہوتا ہے اور باعث فرق کا کمی بیشی ہمت اور کوشش ہے۔ اسلیئے جیساکہ ذکر ہوچکا بہتری کی خواہش آئندہ کی ہمت کا تخم ہے۔ اول ہی اول یہہ مقصد ہے کہ دنیا کے لوگونکو یہہ معلوم ہوجاے کہ اس راستہ پر ترقی کرنے سے انسانکو وہ درجہ حاصل ہوسکتا ہے کہ جو مہاتماؤنکو یعنی کاملونکو حاصل ہے تاکہ اس مہاتمہ کیطرف عشق یعنے شوق کامل پیدا ہو بعد میں جب قوت باطنی پیدا ہوجاے تو میلان طبیعت خودبخود اسطرف ہوجاے اور آخرکار اپنی خوشی سے اسطرف ہمت اور کوشش کرنے میں بخنتہ طور پر عادی ہوجائے۔ چونکہ نتایج ہر صورت میں مطابق کوشش یا ہمت کے حاصل ہوتے ہیں نہ صرف اس جنم میں بلکہ بعد موت کے بھی ظہور نتایج کا ہوتا ہے۔ اسلیئے جو کچھہ حاصل ہوجاے وہی اُس شخص کے لئے کافی ہوتا ہے۔ کہ جسکو اُسیقدر ہمت ہے پس یہہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ راز گپت ودیا جسقدر اس زمانہ کے لوگوں کے لئے منکشف کیا گیا ہے۔ اُس سے کسی خاص شخص کو بہت بڑے نتایج حاصل ہونگے۔ البتہ ان ہدایتوں سے جو اثر دنیا میں پھیلیگا اور اُسکا جو نتیجہ باقی رہجائیگا بہت ہی مفید ہوگا۔ اور مہاتماؤنکی یہی منشا ہے۔ کیونکہ گو وہ ہر شخص کو اُسکی ہمت کے موافق پورا موقعہ کمال حاصل کرنیکا دینے میں راضی ہیں کہ جو اُنکے قواعد کے بموجب مناسب ہے۔ تاہم وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اکثر صورتوں میں ایسے قصد سے نہایت سخت مشکلیں پیش آئنگی اسلیئے وہ کسی کو ایسے قصد کرنے پر آمادہ نہیں کرنا چاہتے۔ کہ جس سے ناکامیاب ہوکر پسپا ہونے سے بہت خطرناک نتیجہ نکلنے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ جب انسان راہ معرفت میں گپت ودیا کی تحصیل شروع کرتا ہے تو

اور اسی غرض سے الہامی علوم مخفی کے اشارے وقتاً فوقتاً دنیا میں پہنچائے جاتے ہیں اور اس کام کے لئے
انہیں کوئی ایسا شخص مقرر کرنا پڑتا ہے کہ جو اس کام کو اونکی منشا کی موافق انجام دے سکے۔ کسی شخص کی
ذاتی خودغرضیوں کے فائدوں سے انہیں کچھ تعلق نہیں ہوتا۔
کوئی کوئی شخص یہہ سوال کریگا کہ ان باتوں سے مجھے کیا فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ میں ابھی کسیطرح یہہ ریاضتیں
نہیں کر سکتا تو کیا تعلیم گپت ودیا یعنے علم الٰہی دنیا کے عام لوگوں کے واسطے کچھ فائدہ بھی نہیں پہنچا سکتی۔
جواب یہہ ہے کہ جو جسقدر اپنی خودغرضیوں کو دوسروں کے فائدہ کے واسطے ترک کر سکتا ہے اور نیز جو اپنی
حواس ادنیٰ کو جسقدر اپنی انانیت اعلیٰ کے تابع کر سکتا ہے۔ گپت ودیا کی تعلیم سے اسکو اُسیقدر فائدہ
ہو سکتا ہے اگر ایسا نہوتا تو اسکا ذکر کرنا ہی فضول تھا مگر چونکہ بعض شخص ایسے ہیں کہ جنکو گپت ودیا
کے نام سے ہی ایسا شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے فرائض دنیاوی سے یک لخت کنارہ کش
ہو جاتے ہیں اُنکے لئے ضرور ہے کہ اس راستہ کی شرائط سے پوری پوری آگاہی حاصل کریں
تاہم یہہ بات واقعی ہے کہ گپت ودیا کی تعلیم سے ہزارہا قسم کے وسایل ترقی ذاتی اور ریاضت اور ترقی
روحانی کے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ مختلف درجات اور حالت اخلاق اور قوت باطنی سے مختلف
درجات حاصل ہوتے ہیں اسلئے یہہ مسئلہ جھوٹھا ہے کہ یہہ راستہ اُن لوگوں کے لئے بالکل بند ہے کہ جو کل حقیقت
ساری شرائط پوری نہیں کر سکتے جلکہ اعلیٰ درجے کے طالبوں اور عارفوں کے لئے لازمی ہیں چونکہ نہایت
اعلیٰ درجہ کے عارف کی بھی ترقی کا حصر اُن شرائط کے پورا کرنے پر ہے۔ کہ جو اُس درجہ کے متعلق ہیں
کہ جسکو وہ طے کر چکا ہے۔ اسلئے چونکہ ترقی بے حد یک لخت حاصل نہیں ہوتی ہے یہہ بات ممکن نہیں ہے
کہ کوئی شخص یک لخت سب شرائط پوری کر سکے۔ منزل کی ابتدا سے انتہا تک ترقی مطابق درجہ
ریاضت کے ہوتی جاتی ہے۔ اسلئے مہاتما یعنے رہبران کامل اعلیٰ درجہ کی ترقی کی اگر کوئی کر سکے ممانعت
نہیں کرتے ہیں مگر عام دنیا کے لوگوں کے محدود لیاقت اور قوت پر بھی لحاظ رکھتے ہیں۔ اور ہر قت

اوّل اور دوسری بات حاصل ہوجاتی ہے تو طبیعت میں یہہ آزادی خود بخود پیدا ہوجاتی ہے اور
اُسکا عمل یہہ ہوتا ہے کہ بلالحاظ قوم مذہب یا فرقہ جسطرف راستی نظر آتی ہے اُسیطرف اُسکی
ہمدردی پھیلتی جاتی ہے۔ چنانچہ میدان اُپکار یعنے فیض کے اعلیٰ اغراض بنی آدم تک وسعت پکڑ
جاتا ہے۔ مگر چیلونکے لئے قطعی ممانعت اس بات کی ہے کہ ہرگز کسی شخص کو اُسکے صادق اعتقاد
اور نشچے سے کہ جسکو وہ عین صدق یعنے درڑہ بشواس کے ساتھہ راست اور درست مانتا ہو اور جسکے لئے
اُسوقت اُس اعتقاد سے بڑہکر اور کچہہ درست نہو کسیطرح اُسکے اعتقاد میں فرق نہ ڈالے چوتھی
بات یہہ ہے جملہ خواہشات دنیاوی پر غالب رہے اور ہر شئی کو جسکو اپنا سمجہتا ہے ہر وقت اپنے ہاتہہ سے
دینے کو تیار رہے اس بات سے تتکش حاصل ہوتی ہے یعنے کسی قسم کی تکلیف یا ظلم سے جس سے
معمولی طور پر رنج اور غصہ۔ افسوس یا حسرت پیدا ہوتے ہیں اُسپر کچہہ اثر نہو۔ چونکہ وہ دنیا میں کسی
شئی کی خواہش نہیں رکھتا ہے اسیلئے کسی بات کی محرومی سے اُسکو حسرت نہیں آتی۔
کبیر صاحب فرماتے ہیں۔ چاہ گئی چینتا مٹی منوا بے پرواہ۔ جنکو کچہو نہ چاہیے سوئی شاہنشاہ۔
چونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر ایک ظلم اگیان یعنے جہالت سے ہوتا ہے۔ اسیلئے ظلم سے اُسکو کوئی رنج
نہیں ہوتا نہ غصہ آتا ہے اور چونکہ وہ ہر کام کو اپنا فرض سمجہکر کرتا ہے اور اس جنم میں یا آئندہ اجر کا
منتظر نہیں ہوتا۔ اسیلئے اُسے کوئی رنج یا افسوس نہیں ہوتا۔ اسیطرح درجہ بدرجہ اُسکے
خیالات وسیع ہوتے جاتے ہیں اور انسانکے اعلیٰ ترین اغراض میں وہ دستگیری اور مدد کے
قابل ہوتا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ جب تک یہہ سب ریاضتیں چیلہ پوری نہیں کر لیتا اور ان باتوں میں
مضبوط نہیں ہو جاتا تب تک کوئی شکتی یا کرامت اُسکو عطا نہیں کی جاتی کہ جن سے وہ قدرت
کی قوتونکو کسی ایسے خوفناک کام میں لا سکے کہ جس سے بنی انسان کو کسی قسم کی مضرت پہنچ سکے
اسیلئے درست کہا ہے کہ سوائے اغراض فائدہ عام جہانتما ؤنکو اور کوئی بات مدنظر نہیں ہوتی

سمجھے جسطرح ہمارے پہلے خیالات نسبت ہستی مطلق عالم کے دلایل عقلی سے دور ہو جاتے ہیں
اسیطرح درجہ بدرجہ دنیا کی چیزونکی قدر بھی ہماری آنکھ ہونسے کم ہوتی جاتی ہے۔ ہماری نظر نتیجونسے گذر
کر ہستیونپر پہنچتی ہے اور مادہ سے تجاوز کرکے روح پر اور اشکال سے تجاوز کرکے قوتونپر پہنچتی ہے
پہلا درجہ بیبیک یعنے تمیز ہی ہے۔ کہ ایک دوسری شی کا جو تعلق باہمی ہے اسپر غور کرے
اور پھر ان نتایج کے باعثونپر۔

دوسری بات ویراگ یعنے ترک نتایج اعمال ہے یعنے نش کام کرم کرے یعنے جو کام کرے
وہ اپنا فرض سمجھکر کرے اور اُسکے پھل یعنے اجر کی اُمید دلمیں بالکل نہ رکھے۔ چیلے پر لازم ہی
کہ جو فرایض منصبی دنیا مین اُسپر لازم ہیں انکو پورا کرے اور ابتدا سے یہہ خیال رکھے کہ اُسکا
سب سے افضل فرض وہ ہے کہ جو ہر موقعہ پر اُسپر عاید ہوتے ہین کیونکہ رہبران ہرگز کسی ایسے
طریق سے ترقی کرنیکی ترغیب نہیں دیتے کہ جو قانون قدرت کے مطابق نہو یا اور اپنے اپنے ذاتی
کرموں یعنے اعمالونکے خلاف ہو۔ اسیلیے سری کرشن جی نے بھگوت گیتا میں ارجن سے کہا
ہے کہ اپنے ذاتی فرایض کے ادا کرنے میں مرنا بھی درست ہے مگر دوسرونکی یعنے غیرونکی فرایض کا کرنا
خطرہ سے خالی نہیں اور مزید براں ہر ایک فعل یعنے کرم نش کام ہوکر کرنا چاہیے یعنے اجر کا خیال یا اُمید
بالکل نرکھے کیونکہ جب انسان کسی غرض سے کوئی کام کرتا ہے تو اُسکے نتایج کے خیالونمیں ضرور مبتلا
ہو جاتا ہے۔ اور اُسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ ان کامونکے اجر پانے یعنے پھل بھوگنے کے لئے اور جنم
لازمی ہوتے ہیں۔ اسیلیے کل آرزو اور خواہش اجر بطور حشمت دنیاوی راہ راست سے گمراہ
کرنیوالی ہے اور خواہشات کا ترک کرنا ہی اول کام ہے۔ کیونکہ اس قسم کی خواہشات گو اپنی جگہ دنیا
دارونکو ناواجب نہیں ہیں۔ تاہم عالم روحانی میں باعث تباہی ہیں۔

تیسری بات قیود اور پابندی ناسے ذات اور مذہب اور فرقہ دنیاوی سے بالکل آزاد ہونا ہے۔ جب

اس غرض سے ہوتی ہے کہ انکا انکار کرسکے یعنے انکے ساتھہ نیکی کرنیکے قابل ہو جائے تو وہ اُمید تب
ہی پوری ہوسکتی ہے کہ جب بغیر شکوہ کے اور بغیر امید احسان یا اجر کے اپنا ہر ایک فرض پورا کرتا جائے
اور دنیا کی خوشیں اور آسایشیں اور نعمت ہائے فانی ہر قسم کی ایک ایک کرکے ترک کر دے اور جب
عارف گوشہ تنہائی میں اکیلا اور سب سے علیحدہ خاموشی میں منزل معرفت میں سفر کرتا ہے اور راستے
میں کانٹوں سے اور نوکدار پتھروں سے اُسکے ہاتھہ پاؤں زخمی ہوکر انمیں سے خون ٹپکتا ہے۔ اور
کام یعنے خواہشات اُس سخت مصیبت کی حالت میں اپنا جوش دکھلاتے ہیں تب مسافر ہراساں
ہوتا ہے اور اُس درجہ کمال کو جو اس مصیبت سے حاصل ہوتا ہے عارف اُسکی طرف ایسی بے پرواہی
اور بے اعتنائی سے دیکھتا ہے کہ جسطرح کسی اعلی چیز کیطرف نظر ہونے سے نزدیک کی ادنی چیزوں
پر خیال بھی نہیں رہتا۔

طالب کی منزل میں چار باتیں بہت لازمی ہیں۔ اول بیبک یعنے تمیز فانی اور لافانی۔ امرسن
اسکو اور اک فرق کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ گیانی یعنے صوفی اپنی تمیز بموجب درجات اور اختلافات
کے کرتا ہے۔ اور مخلوق کو اور انکی لیاقتوں کو ویسے ہی وسیع پیمانے سے ناپتا ہے۔ جیسا کہ قانون قدرت
ناپتی ہے۔ اگیانی یعنے جاہل کے پیمانے میں درجے نہیں ہوتے اور وہ ہر ایک انسان کو ایک ہی
لیاقت اور درجہ کا سمجھتا ہے۔ جو کچھہ اچھا نہو وہ اسکو بہت ہی خراب کہتا ہے۔ اور جو کچھہ مکروہ نہو
وہ اسکو عمدہ کہتا ہے۔ اسلئے بیبک یعنے تمیز سے صرف یہہ مراد نہیں کہ دنیا کی چیزوں میں ہر ایک شئی
کی قدر بموافق اُسکے درجہ کے کرے بلکہ مراد یہہ ہے کہ یہہ تمیز پیدا کرے کہ حق اور راست اور لافانی کیا
ہے کیونکہ دنیاوی چیزونکی بظاہر صورت حقیقی بھی محض جھوٹھی اور دہوکہ کی ہیں۔ مگر اس تمیز کے
حاصل کرنیمیں یہہ ضروری نہیں کہ کسی شئی کے مناسب اور واجب استعمال سے بھی نفرت کرے اور
نہ حالت زندگی کے موقعہ مناسب کی آگاہی کو جو ذریعہ تربیت اور ترقی کے ہیں حقیر اور فضول

اور سات جنم ہو گئے پڑینگے۔ اِن سات جنموں سے مراد سات درجہ ترقی کے ہیں اگر کسی ایک جنم میں اُس سے چوک ہو جائے تو سارا راستہ پھر دوبارہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اور عجب نہیں کہ یہ موقعہ پھر کئی جنموں کے بعد حاصل ہو۔ چوک صرف بھول کر یا ٹھوکر کھا نے اور گر جانے سے مراد نہیں ہے بشرطیکہ دوبارہ زیادہ ہمت سے کوشش کیجائے بلکہ مراد یہ ہے کہ جان بوجھ کر قاصر ہو اور مرشد کے عطیہ میں خیانت کرے اور بالکل کوشش اور ہمت چھوڑ دے۔ اِس منزل کے دوسرے درجہ میں پہنچنے سے ایک اور جنم ہوتا ہے۔ مگر تیسرے درجہ میں پہنچکر جنم تب ہی ہوتا ہے کہ جب بنی آدم کے یعنے جیونکے اپکار کے لئے وہ اپنے آپ جنم کی تکلیف اپنے اوپر گوارہ کرنا چاہے۔ چوتھے درجہ میں درجہ آرہت یعنے عارف کمل کا حاصل ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں حیات میں ہی وہ نروان یعنے نجات حاصل کرتا ہے اس حالت کو سنسکرت میں جیون مکت کہتے ہیں اس درجہ پر پہنچکر عارف کمل کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جو تین حالتیں پہلے مذکور ہوئی ہیں اُنمیں جونسی چاہے پسند کرے۔

منزل معرفت میں ابتدا سے انتہا تک عارف کو فقط اپنے فرایض کے پورا کرنے سے ترقی حاصل ہوتی ہی اور وہ فرایض تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول وہ فرایض جو اُنکو اپنی انانیت اعلی یعنے روح پاک کیطرف ہوتے ہیں۔ دویم وہ فرایض جو بنی انسان کی طرف ہوتے ہیں۔ سویم وہ فرایض جو اُسکے طریقت خاص کے متعلق ہوتے ہیں اسلیے اس منزل کا طے کرنا اسقدر دشوار ہے اور جو کوئی کسی طمع یا ناموری کے تکبر اور شان و شوکت مثل کرامت وغیرہ حاصل کرنیکی نیت سے نہایت گرم جوشی سے اِس راستہ کی پیروی کرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ آہنکار یعنے خودی ہی اِس راستہ کی دشمن ہے یہی انسان کو خراب کرتی ہو۔ اگر نجات اور کمال کسی ایک بڑے بہادری کے کام سے یا ایک دفعہ کی سخت مصیبت کے اوٹھانیسے حاصل ہو جاتی تو بہت سے لوگ اسکے خواہاں ہوتے اور شاید کامیابی بھی حاصل ہو جاتی۔ مگر جب جملہ قوم پر سبقت لیجانیکی امید صرف

لبھانیوالی چیزیں بیشمار ہیں ہر قدم پر ایک نئی مشکل پیش آتی ہے اور ایک تجربہ حاصل ہوتا ہے
اسمیں بڑی ہمت اور صبر اور بُردباری درکار ہے۔ اگر عشق صادق نہو اور غرض آمنکار یعنے تکبر
اور طمع وغیرہ سے ہو یعنے اگر نیت پاک نہو تو اس راستہ میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا
یعنے یہہ کام پہلے ہی آن با تونکو رفع کر دیتا ہے۔ بڑی بڑی دقتوں اور مصیبتوں سے یہہ راستہ
طے ہوتا ہے۔ منزل کے ہر قدم میں عارف کیلئے اپنے پچھلے جنم کے کرم یعنے اعمال روک پیدا کرتے
ہیں۔ اور اگر عارف ہوشیار اور مستعد نرہے تو ہر قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ وجہ اسکی یہہ ہے کہ جو
عام انسان اپنے اعمال کا نتیجہ یعنے کرمونکا پھل ہزارہا جنموں میں بھوگ کر پورا کرتے ہیں۔
عارف اُن سب کو ایک یا دو چار جنموں میں بھگتا دینے کی کوشش کرتا ہے جیوں جیوں
اس راستہ میں تکلیف اور مصیبتیں اُٹھاتا ہے اُسکے پچھلے کرم کٹتے جاتے ہیں خودی یعنے خود غرضی
کا دور کرنا دوسرونکے اوپکار یعنے اعلیٰ درجہ کے فایدے کے لئے اپنے آپ کو قربان کرنا خلق یعنے سیلتا
اور علم اور جسم اور باطن کی صفائی اور صبر تقویٰ اور قناعت یہہ سب باتیں ابتدا میں ہی حاصل کرنی
پڑتی ہیں۔ کامیابی تب حاصل ہوتی ہے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ کسی خاص جنم میں یہہ راستہ اُسکے
لئے بالکل نیا نہو یعنے پچھلے جنمونمیں بھی اُس نے کچھہ راہ معرفت طے کیا ہو تاہم جیسا کہ پہلے مذکور ہوا
ہے اُسکو ہر جنم میں اسی راستہ پر چلنا پڑیگا حتی کہ کسی جنم میں اُسکی ہمت سے منزل پوری طے
ہو جائے اور جنم مرن کے چکر سے بالکل آزاد ہو جائے۔ اگر پچھلے جنموں میں کچھہ راستہ طے
کیا ہو تو موجودہ جنم میں اثنا ترقی میں وہ درجات اُسپر بآسانی کھلتے جائینگے اور جہاں تک
اُس نے منزل طے کی ہے۔ وہ اُسکو نئی اور دشوار معلوم نہوگی کیونکہ جو تجربہ پہلے حاصل
ہو چکا ہے وہ ضایع نہیں ہوتا درجہ بدرجہ بڑہتا جاتا ہے۔ کتاب صدائے سرمدی میں لکھا
ہے کہ اگر تو راہ معرفت میں اس جنم میں یا کسی آئندہ جنم میں ایک قدم بھی رکھے تو تجھے عرفت

ہوجاتی ہے اور اُسکے اشتیاق میں کچھہ کمی معلوم نہیں ہوتی تب اُسکا مرید ہونا منظور کیا جاتا ہے۔
جب چیلہ مریدی میں منظور ہوجاتا ہے تو اُسے بالکل اپنی ذمہ واری پر چلنا پڑتا ہے۔ گورو یعنے مرشد
اُسکو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا۔ ماسوائے راستہ بتلانیکے اُسے اور کچھہ امداد نہیں دیتا ہے۔ تمام
راستہ اُسکو اپنی ہمت اور کوشش سے طے کرنا پڑتا ہے اور یہہ راستہ شروع سے آخیر تک
دشوار اور سخت مشکل کی منزل ہے۔

اپنی نیت اور ارادے کو مستحکم کرکے اپنے تئیں اُس منزل کے طے کرنیکے قابل سمجھکر ان چار
باتوں پر عمل کرتے ہوئے منزل طے کرنی پڑتی ہے۔

اوّل یہہ کہ علم یعنے گیان حاصل کرے۔ دوئم یہہ کہ قوت ارادی کو مضبوط کرے۔ سوئم یہہ کہ بے
خوف ہوکر کمر ہمت باندہے۔ چہارم یہہ کہ خاموشی رکھے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جوش میں آکر کسی
ایسی غرض سے لوگ اس راستہ میں چلنا شروع کرتے ہیں کہ جو بالکل خودغرضی کی ہوتی ہے۔
یا صرف شوق ایک نئی بات کے معلوم کرنیکا ہوتا ہے۔ البتہ وہ غرض اِسقدر قوی ہونی چاہیے
کہ عرصہ دراز تک اور جبہ مریدی کی سخت ازمایشوں کے برداشت کرنے میں وہ قاصر نہو۔ مگر عرفان
کی ترقی تب ہی ہوتی ہے جب بلا نیت خودغرضی دلی شوق یعنے پریم سے راستی کیطرف رجوع
ہو۔ خواہ ترقی روحانی کیطرف خواہ دنیا یعنے ہمدردی بنی آدم کیطرف کسی بات میں عشق
کامل ہو۔ جب تک مرید لائق اور قابل اعتبار نہیں ہوجاتا تب تک اُسکو کسی خاص کام کے
کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ اگر ترقی کا حصر صرف مرید کے مرشد کی پوری پوری فرمانبرداری
اور اطاعت پر اُنکے حکم کی تعمیل اور خدمت گذاری پر ہوتا تو کامیابی بہت شخصوں کو آسان ہوجاتی
خواہ اُنہوں نے اوضروری لیاقتیں حاصل بھی نہ کی ہوتیں۔ راہ راست کی روشنی قدم بقدم
رہنمائی کرتی ہے یک لخت سب کچھہ نہیں دکھا دیتی۔ اس راستہ میں پگ ڈنڈیاں اور دل

پورا کرے اور نتیجہ قانون ایزدی پر چھوڑ دے۔

اگر قواعد مندرجہ بالا پر ثابت قدمی سے اپنی زندگی میں کوئی پورا پورا عمل کرے تو ضرور رہبران راہ خدا فوراً اسکی دستگیری کرتے ہیں اور انکو بطور چیلہ یعنے طالب کے ابتدائی تعلیم کے لئے ایسی شخصوں کے سپرد کرنیکا انتظام کیا جاتا ہے کہ جو ہدایت کرنے کے قابل ہیں مگر سید ہم بلیو ٹسکی صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس راستہ کا طالب بننا تو بہت آسان ہے مگر مکمل بننا نہایت ہی دشوار ہے چنانچہ لکھا ہے۔ مصرعہ۔ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکل ہا۔ (حافظ) کبیر صاحب فرماتے ہیں۔

یہہ تو گھر ہے پریم کا خالہ کا گھر ناہیں۔ سیس اتارے بھوئیں دھرے تب بیٹھے گھر ماہیں۔

بیسیوں پیدائش سے ہی شاعر۔ حساب دان۔ دستکار۔ مدبر ملکی ہوتے ہیں۔ مگر جنم سے مہاتما یعنے مکمل ہو نہایت شاذ و نادر ہوتا ہے۔ گو کبھی کبھی ایسا سننے میں آتا ہے کہ کسی کسی شخص میں جنم سے ہی غیر معمولی درجہ کی قابلیت تحصیل علم و قوت باطنی ہوتی ہے۔ تاہم اسکو بھی آزمائش کے سارے درجہ اور تعلیم کے سب مرحلے مثل دیگر طالبان کے طے کرنے پڑتے ہیں۔ اس امر میں یہہ بات سچ ہے کہ اس راستہ میں کوئی رعایت پیش نہیں جاتی اسیلئے کہتے ہیں کہ درجہ عارف مکمل کا اپنی ہمت اور ریاضت سے حاصل ہوتا ہے۔ از خود پیدائش سے نہیں ہوتا۔

جب طالب مرید بننا منظور کرتا ہے تو اس سے ہر درجہ امتحانی کی آزمائش لیجاتی ہے اور اسکی ترقی کا حصر اسکی ذاتی لیاقت پر یا اعمال کے موافق ہوتا ہے۔ کبھی کبھی چیلہ بننے کی لیاقت کی آزمائش میں برسیں گذر جاتی ہیں کیونکہ صرف اسکی درخواست یا التجا پر مرشد بغیر آزمائش اسکو ایسے راز نہیں بتلاتا کہ جس سے پھسل جانے سے اسکی تباہی متصور ہے اسیلئے طالب کو اپنی باطنی یعنے دلکی قوت کا ثبوت دینا پڑتا ہے اور استقلال اور قواعد کی پوری پوری تعمیل سے یہہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ تعلیم کے لائق ہے۔ جب ان باتوں سے پوری اطمینان

پیدا ہوتی۔ پہلے خواہش اور پھر خیال اور پھر کوشش اور ہمت کرتا ہوا انسان ترقی حاصل کرتا جاتا ہے اور جوں جوں اپنی نفس کشی کرتا ہے اور ریاضت کرتا ہے تیوں تیوں اُسکی اُمید بڑھتی جاتی ہے اور انہیں اُمید و سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

باب نہم

گپت ودیا یعنے علم باطن کی تعلیم

تعلیم تھیو صوفی میں کچھہ قواعد واسطے ہدایت اُن لوگونکے شامل ہیں کہ جنہوں نے طریق معرفت علم الہی اختیار کیا ہے اُن قواعد کی پابندی سے اپنے اپنے کرم کے انوسار یعنے اعمال کے مطابق اس فلاسفی یعنے طریق معرفت کا نتیجہ کچھہ مدت میں حاصل کر سکتا ہے۔

قواعد مندرجہ ذیل خلاصہ تعلیم تھیو صوفی سے نقل کئے جاتے ہیں۔ اور یہہ قواعد مطابق ہدایت بہت سے رہبران کی ہدایت کے ہیں جو اُنہوں نے طالبوں کو کی ہیں۔

(الف) ہر قسم کی خودی یعنے خود غرضی سے پاک ہو کر طبیعت کو ترحم یعنے دیا میں اسقدر وسیع کرنا چاہئے کہ جملہ مخلوق کے ساتھہ نیکی اور ہمدردی کرنا یا اُسکی کوشش کرنا عین فرض سمجھے۔

(ب) اپنی روح کو عبادت اور شغل سے بموجب طریق یا تجل یعنے متواتر کوشش کی مدعا مقصود کیطرف لگا لے۔ اور ذات الہی میں مستغرق ہو جائے۔

(ج) ہر قسم کی خواہشات جسمانی و نفسانی سے اپنے تئیں پاک کرے اور اُن پر پورا پورا قابو رکھے۔

(د) اپنی حالت اور حیثیت کے موافق جو فرائض اُسپر لازم ہیں اُنکو بلا اُمید معاوضہ

کا بیشمار جنمونکی ریاضتوں سے حاصل ہوتا ہے اور سخت مصیبتوں اور تکالیف کے برداشت کرنے سے
خودی درجہ بدرجہ اٹھتی جاتی ہے اور جیوں جیوں زیادہ ہمت اور کوشش کرتا ہے تیوں
تیوں خودغرضی مسدود ہوتی جاتی ہے اور اپنی ہستی اپنے لئے نہیں سمجھتا ہے بلکہ عالم کے
فایدے کے لئے سمجھتا ہے خودی کا ترک کرنا یعنے خودغرضی سے پاک ہونا بہت دشوار ہے اس عالم
میں بھی ایک چھوٹی سی چیز کی محبت ترک کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ
بالکل خودی کا مٹا دینا اور ترکب مطلق حاصل کرنا کیسا بڑا کام ہے۔ کسی کا قول ہے کہ اگر تو ترک مطلق
کا درجہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے تئیں ہر شئی میں سمجھ اور ہر شئی میں اپنے آپ کو اور ہر شئی کو
اپنے آپ میں دیکھ اب دریافت طلب یہہ ہے کہ اپنا آپ کس کا نام ہے ظاہر ہے کہ اگر کسی
شئی کی ہم اصلیت دریافت کریں تو آخری جوہر آگاہی مطلق کا ایک بیج سروپ یعنے تخم کیطرح
اپنے آپ میں قایم پایا جائیگا کہ جسکے ہونے کا یعنے ہستی کا کوئی سبب نہیں بلکہ وہی
اُسکا سبھاؤ یعنے خاصہ ہے اور وہ اپنے مقررہ طریق کے موافق خودبخود کام کرتا اسلئے انسان جو
اپنے تئیں پرمارتھ یعنے راہ خدا میں لگاتا ہے تو درحقیقت یہہ گویا اسکا ذاتی خاصہ ہے۔ اور حیات
دنیاوی کے سوائے اس مقصد کے اور کوئی غرض نہیں پائی جاتی اور اگر مدعا اصلی وہ نہوتا
تو سب کچھ کوششیں فضول ہوتیں انسانکی طبعیت کا قدرتی خاصہ یہہ ہے کہ ایسی
حالت کو تلاش کرے یا اُسکا خواہاں ہو کہ جس سے اُسکی بلند لامحدود اشتیاق کی کوئی
شئی مطلوب حاصل ہو کہ جو باعث آسایش و امن و فرحت یعنے آنند کا ہو چونکہ انسان
کا دل جانتا ہے کہ قدرت بغیر کسی خاص غرض کے کسی طرف کو اپنا رخ نہیں کرتی تو جب انسان
کے دلمیں آرزو نجات کی پیدا ہوتی ہے تو اُسکی کوشش ہرگز رائگاں نہیں جا سکتی کیونکہ اگر
کوئی امر ایسا ہوتا کہ جو حاصل نہیں ہو سکتا تو روح میں یہہ آرزو یعنے خواہش ہی کیوں بے فایدہ

سنبھوگ کایا وہ حالت ہے کہ جسمیں تعلق جمیع انسان سے اسیطرح قطع ہوجاتا ہے۔ مگر اُس حالت میں عارف کمل بجائے نرواں یعنے فناء فی اللہ ہوجانیکے دیوتا یعنے ملایک کا درجہ حاصل کرتا ہے اور اُسے تین قسم کے کمال حاصل ہوجاتے ہیں۔ تیسرا درجہ یعنے نرمان کایا کا اسکو حاصل ہوتا ہے جو دیا یعنے رحم کا سروپ یعنے رحم مجسم ہوتا ہے۔ وہ نرواں یعنے نجات مطلق حاصل کرکے اُس بے حد اور بے انتہا بحر امن و آنند کو اپنی خوشی سے ترک کرکے دستگیری اور حفاظت بنی آدم کے لئے دنیا میں عارف کمل کے درجہ میں رہتا ہے۔ اور جب وہ جسم فانی چھوڑتا ہے تو اُس جسم نوری میں رہتا ہے کہ جسکو اُس نے اپنے لئے خود تیار کیا ہے اور دنیا وی لوگونکے نظروں سے غایب رہکر اُنکی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے کتاب موسومہ سیات ڈیوٹری میں لکھا ہے کہ ایسا مہاتما کلپ پانتر میں انسان کی نظروں سے غایب رہتا ہے اور انسان اُسکے احسانوں سے بے خبر ہوتا ہے بیشمار اور مہاتماؤنکے ساتھ گویا فصیل پناہ عالم کے پتھروں میں سے ایک پتھر بنجاتا ہے۔ بہت سے مالکان دیا اور ترحم کے ہاتھونسے بنائے ہوئے اور اُنکی مشقتوں اور سخت ریاضتوں اور تکلیفوں سے تعمیر کی ہوئی اور اُنکے خون سے چنی ہوئی یہہ دیوار بنی آدم کی حفاظت کرتی ہے کیونکہ انسان آخر انسان ہے۔ ایسا نہو کہ وہ اس سے بھی ابتر حالت اور سخت رنج و مصیبت میں مبتلا ہوجائے۔ اس درجہ کے ترک یعنے تیاگ کو اصل تیاگ یعنے ترک عظیم کہتے ہیں اس سے اعلی کوئی درجہ ترک یعنے ویراگ کا اور خودی کے دور کرنیکا نہیں ہے۔ مگر چونکہ مالکان رحمت یعنے دیا سروپ مہاتما اپنے خاصہ کے موافق جو حالت عمدہ سمجھتے ہیں اسکو اختیار کرلیتے ہیں اسلئے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ خاص کس بات کا ترک انہوں نے اختیار کیا ہے۔

جسوقت سے سالک منزل نجات میں قدم رکھتا ہے جو لباس آخر کار اسکو پہننا ہے وہ اُسیوقت سے تیار ہونے لگتا ہے۔ نیت کی تار ہمت کی تال سے وہ کپڑا بُنا جاتا ہے۔ اور یہہ درجہ ترک مطلق

اور کام کرنے سے کبھی نہیں تھکتا لطیف تریں اور نازک ہوا کو دانائی اور خوش آواز لفظوں میں قیل و قال
کر فرشتوں کی طرح انکو پر لگاتا ہے اور سمجھانے اور حکمرانی کا کام لیتا ہے وہ جسقدر خیال کرتا ہے اسکی
سلطنت اسیقدر وسیع ہوتی جاتی ہے حتی کہ تمام عالم اسی کی قوت ارادی کا گھرا ہوا نظر
آتا ہے اور وہ عالم گویا اسی کا منشی ہوتا ہے۔ اسیطرح حیات کے بلند زینہ پر قدم بقدم زہد یعنی ضبط
سے انسان چڑہتا جاتا ہے۔ اسیطرح عاشق دیدار الٰہی بے خوف و خطر اُس راستہ کو طے کرتا ہے
کہ جو اُسکے اپنے آپ میں موجود ہے اور اسی سے اُسکی مراد پوری ہوتی ہے۔ نیت اور ہمت اور
نتیجہ اور بردباری یعنے ثابت قدمی سے یہہ درجہ حاصل ہوتا ہے مگر آخرکار کیا فایدہ۔ جو
کچھہ نعمتیں اور آنند اور امن و آرام اس محنت سے حاصل ہوتے ہیں۔ کیا اُسکا لطف
وہ نہیں اُٹھائیگا۔ جواب یہہ ہے۔ اے اُمیدوار نعمت غیبی اگر تو تتھاگت کا ثابت قدم
پیروی کرنیوالا ہے تو جان کہ یہہ سب نعمتیں اور قوتیں تیری ذات کے فایدے کے
واسطے نہیں ہیں۔ صدائے سرمدی کہتی ہے کہ جب تمام مخلوق کو تکلیف اور مصیبت
میں مبتلا دیکھا جاتا ہے تو کیا ایسی صورت میں آنند ممکن ہے؟ کیا تو جہان کو آہ و زاری
کرتا ہوا دیکھکر اپنے تئیں آزاد بنائیگا پھر تیرے اس درجہ کمال کے حاصل کرنیکا کیا فایدہ ہوا؟
جسکو نجات اور آزادی اور خود اختیاری کہتے ہیں وہ موقعہ کسیکو اسوقت حاصل
ہوتا ہے کہ جب ساتوں درجے طے کر لیتا ہے۔ جب بودھی ست یعنے عارف کامل اس موقعہ
پر پہنچتا ہے تو اُسکو وہ تینوں حالتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ جنکو دھرم کایا سمبھوگ کایا
اور نرمان کایا کہتے ہیں انہیں سے جب عارف کامل درجہ اول یعنے دھرم کایا حاصل کر لیتا ہے
تو اُسکو نروان پد یعنے فناہ فی اللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور انسان سے اور عالم سے
بالکل تعلق قطع ہو جاتا ہے اور انسانکی بھلائی کا خیال بھی اُسمیں نہیں رہتا۔ دوسرا درجہ یعنے

صرف اُسپر ظاہر ہوتی ہیں کہ جس نے اپنی زندگی خود غرضی سے پاک کی ہو اور ہمیشہ پر اوپکار اور کار خیر میں
مشغول رہا ہو اور جسکی نسبت اس طریقہ سے پھر دنیا کی طرف مائل ہونیکا کچھہ اندیشہ نہ رہا ہو۔
پلاٹی نس شہر اسکندریہ کا تھیوصوفسٹ جو امونیس سکس کے شاگردوں میں سے تھا لکھتا ہے
کہ تھیوصوفی کے تین درجہ ہیں اول۔ اعتقاد۔ دوئم علم و عقل۔ سوئم تجلی۔ انمیں سے پہلی بات
حواس و ادراک سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے علم منطق یعنے دلائل سے اور تیسری تائید باطنی
سے۔ دلائل تائید باطنی کے تابع ہے۔ اور تائید باطنی علم مطلق پر مبنی ہے اسی علم یعنے گیان کے
درجہ کمال کے حاصل کرنیوالے کو مکمل یا مہاتما کہتے ہیں مگر یہہ درجہ روحانی نظر باطن کا صرف
ضبط تعلیم اور ابیاس یعنے شغل سے حاصل ہوتا ہے اور گو مختلف طریقوں پر ہر طالب راہ خدا
کچھہ نہ کچھہ عمل کرتا ہے تاہم بمقابلہ مختلف طبقات یعنے درجات عالم جو اس عالم سے بالا
تر ہیں۔ اُنکی کوئی انتہا نہیں۔ ایمرسن لکہتا ہے کہ نظر باطن سے اُسکی باطنی صفائی ہوجاتی
ہے اور اُسکے آئینہ دلمیں قدرت کے دلچسپ نظارے نمودار ہوتے ہیں۔ اور جب انسانکو
یہہ درجہ حاصل ہوجاتا ہے اُسکو عالم کبیر اپنے آپ میں نظر آتا ہے کیونکہ قیود اور حدود زمانہ
اور فاصلہ قانون قدرت کے علم ہوتے ہی معدوم ہوجاتے ہیں تپسشیا یا سادھنا کے
بارہ میں وہی بزرگوار لکھتے ہیں کہ مشق قوت ارادی اور سبق قوت یعنے شکتیوں کا ہر ایک
واقعہ سے حاصل ہوتا ہے بچہ جب سے پیدا ہوتا ہے اُسیوقت سے شروع کرکے مرتے دم تک
وہ یہہ اسرار سیکھتا ہے کہ میں یہہ قدرت رکھتا ہوں کہ سب کچھہ میری قوت ارادی کے تابع ہے
اور قدرت اُسکی مددگار ہے اور انسانکی حکومت کی اطاعت وہ ایسی حلیمی سے کرتی ہے کہ جیسا
حضرت عیسیٰ کا گدھا اُنکی سواری میں بردباری دکھلاتا تھا۔ قدرت اپنا سارا سامان یعنے
مصالحہ خام انسانکے آگے پیش کرتی ہے اور وہ جسطرح چاہتا ہے اُسکو کام میں لاتا ہے

اپنی شکتیں نہیں دکھلاتے۔ اگر وہ ایسا کریں تو جو کچھ انکی بابت کہا جاتا ہے سب یقین کر لیں اور عجب نہیں کہ تھیوصوفسٹ بن جائیں۔ ہمارا یہہ جواب ہے کہ دنیا داروں میں فی زمانہ انکا ظاہری طور پر آنا جیسا میڈم بلیوٹسکی صاحبہ فرماتے ہیں دشوار ہے کیونکہ نہ تو دنیا کے لوگ ابھی انکے پہچاننے کے قابل ہیں نہ انکی قدرشناسی کر سکتے ہیں نہ اس قابل ہیں کہ انکی ہدایت یا تعلیم سے کچھہ فائدہ اٹھا سکیں۔

جو مہاتما دنیا میں آئے اور جنہوں نے دنیا کے لوگونکو اپنی تعلیم اور ہدایت سے فیضیاب کرنا چاہا انپر جو حالات گذرے ہیں انکے تجربہ سے میڈم صاحبہ کے کلام کی راستی کی تصدیق ہوتی ہے پہلے تو سقراط۔ برونو۔ وینینی وغیرہ حکما اور صاحب کمالونکی ہدایتوں اور تعلیمونکو ہم درست سمجھنے کے قابل نہیں تب اور مہاتماؤنکے دیدار کا انتظار کرنا چاہئے۔ فی زمانہ جو حالت ترقی روحانی کی دنیا میں ہو رہی ہے ایسی حالت میں انکے اصول عام طور پر پھیلانا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ سمندر میں غلہ بونا۔ اور اگر وہ اپنی قوتونکا یعنے شکتیونکا اظہار کریں تو دنیا کے سادہ لوح لوگ انکو خدا سمجھہ کر پوجنے لگیں اور نیز عقلمند غیر معتقدونکو بھی حیرانی پیدا ہو۔

میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کتاب آئسس انویلڈ میں تحریر فرماتی ہیں کہ پاک دریائے گنگا کے کنارہ پر سیاحان کو مہاتماؤنکا دیدار ہوا ہے۔ تھیبز کے ویران مکانونمیں مہاتماؤنسے ملاقات ہوئی اور لکسر کے غیر آباد تہخانونمیں بھی مہاتما ملے۔ ایسے ایسے مکانونمیں مہاتماؤنکے درشن ہوئے جنکے نیل گون سنہری ڈاٹ دار چھتوں پر اس قسم کے نقش طلسمات منقش ہیں کہ جنکے اسرار سرسری نظر والونکے بالکل سمجھہ میں نہیں آتے مگر انکو کسی نے نہیں پہچانا۔ سہارا کے ویران بیابان میں اور نیز الی قسم کے گپھاؤنمیں انسے ملاقات ہوئی۔ غرض وہ ہر جگہہ ملتے ہیں۔ مگر عوام پر اپنے تئیں ظاہر نہیں کرتے ظاہر

رہا کرتے تھے روشنی اچھی تھی اور تینوں کرسیں پاس پاس بچھی ہوئی تہیں۔ اتنے میں کرنل
آلکٹ صاحب نے جوکھلی ہوئی کھڑکی سے باہر نظر کی انکو دو مہاتما جنکا نام ہم جانتے تھے نظر
پڑے اور انہوں نے ہمکو بتلایا انہوں نے دیکہا کہ انہیں سے ایک نے میرے سر کے اوپر کیطرف
ہاتھ سے اشارہ کیا اسیوقت میرے اندھے پر کچھہ گرتا ہوا معلوم ہوا پھر میں نے دیکہا کہ
میرے پیروں کے پاس ان دونوں صاحبوں کی طرف ایک خط گرا کرنل آلکٹ اور کرنل گارڈن
دونوں صاحبوں نے اس خط کو گرتے ہوئے دیکہا۔ جونہیں کرنل آلکٹ نے مہاتما کی کیطرف
سے نظر موڑی اور چہت کیطرف دیکہا مہاتما نظر سے غائب ہوگئے۔ کمرے کے باہر کوئی برآمدہ
نہیں ہے اور وہ کھڑکی زمین سے کئی فٹ بلند ہے۔

باوجود ان باتوں کے بعض دانایان اور علماء ممالک مغربی یہہ کہتے ہیں کہ کوتہومی ایک محض
فرضی نام ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ صاحبان اتنی تکلیف اٹھاتے کہ وشنو پران کی تیسری
جلد کے چھٹے باب کو ملاحظہ کرتے تو انکو معلوم ہوتا کہ کوتہومی رشی کا نام اسمیں اور دیگر پرانوں
میں بھی درج ہے اور اونکی تصنیف سے ایک دہرم سنگہتا اب تک کلکتہ کے ایشیاٹک سوسائٹی
کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ایک اور مہاتما کا نام جو ممبران تہیوصوفیکل سوسائٹی جانتے
ہیں۔ وشنو پران کی جلد چہارم باب چار میں درج ہے اور انکی بابت لکہا ہے کہ وہ ہمالیہ میں
موضع کلاپہ میں وہ اب تک سکونت رکھتے ہیں اور آئیندہ زمانہ میں قوم کھشتری کو دوبارہ
عروج بخشینگے۔ دیکھو جلد ۳۔ باب ۲۴۔

ظاہر ہے کہ وہ مہاتما قوم راجپوت سے ہیں کہ جو زمانہ قدیم کے آریہ ورت کے نہایت شجاع و
بہادر قوموں میں سے ہیں اسلئے وہ بلحاظ قومیت کھشتری بھی ہیں اور براہمن بھی اب
کوئی کوئی یہہ اعتراض کرتا ہے کہ اگر مہاتما ہستی رکھتے ہیں تو کیوں ہمارے روبرو آکر ہمکو

پر بیان کرتے ہیں کہ جہاں کسیطرح کا شبہ نہیں ہوسکتا اور نیز وہ لوگ بھی کچھ حجت نہیں کرسکتے کہ جو بغیر جانے بوجھے مباحثات اور دلایل عقلی پیش کرنیکو تیار ہوجاتے ہیں ناظرین کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مسٹر انگلنگٹن بیان کرتے ہیں کہ ہم دو خانی جہاز دیگا پر سوار ہو کر زمین کے کنارے سے بہت دور سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ اتنے میں مہاتما اچانک جہاز کے کمرے میں موجود ہوئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد میرے سے یہ خط لیکر جسکی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے یکبارگی غائب ہوگئے۔

نقل خط

اس۔اس ویگا روز جمعہ تاریخ ۲۴۔ مارچ ۱۸۸۲ء۔

میرے عنایت فرما مسٹر گارڈن صاحب۔

آخر کار آپ ہی کی بات سچی نکلی میںنے کئی دفعہ تم سے کھانا کھاتے وقت بحث کی ہے کہ مہاتماؤں شہومی کی ہستی اور اُنکے اور مہاتماؤنکے عجیب شکتیوںکا مجھے بالکل یقین نہیں آتا جسقدر مضبوطی سے میں ان باتوںسے غیر معتقد تھا اُسیقدر اب میرا اعتقاد مستحکم اور مضبوط ہوگیا اور میں اب انکی بابت ایسا مضبوط یقین رکھتا ہوں کہ کوئی مجھکو اُس سے نہیں پھیر سکتا مہاتما گے ۔ ایچ ۔ خود مجسم ہوکر مجھے دکھلائی دئے اور جو کچھ انہوں نے میرے سے گفتگو کی وہ سنکر میں بالکل متحیر ہوں۔

اس واقعہ سے پہلے مسٹر انگلنگٹن مہاتماؤنکی ہستی اور انکی شکتیوں سے بالکل منکر تھے۔ یہہ خط مندرجہ بالا اُسی روز یعنے ۲۴۔ مارچ ۱۸۸۲ء کو جنرل گارڈن صاحب کی میم صاحبہ کے پاس اسطرح پہنچا۔ میم صاحبہ موصوف لکھتی ہیں کہ بروز جمعہ ۲۴۔ تاریخ نو بجے کے وقت کرنل آلکٹ۔ کرنل گارڈن اور میں اُس کمرے میں بیٹھے تھے کہ جسمیں مسٹر انگلنگٹن صاحب

ریکھکر جیباننا نے ایک اوپلہ منگوایا اور اُسپر پھونک ماری اور وہ اوپلہ سلگ اُٹھا مقام گاڈری
میں ایک اور جیباننا سے انہوں نے بھی اسیطرح آگ سلگائی اور ایک مریض جو گٹھیا اور تپ
کی مرض میں مبتلا تھا۔ اُنکی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے کچھہ دانوں کو اپنے ہاتھ سے ملکر
چنبہ وانے چاولونکے اُس مریض کو کھلائے اور وہ فوراً تندرست ہوگیا۔

میری شہادت ایک ایسے سنیاسی کی ہے کہ جنکا فرقہ راستی کے لئے تمام عالم میں مشہور ہے
ایسکے مقابلہ پر ممالک مغربی کے ناواقف غیر معتقدوں کی خیالی بحث مباحثونکو کیا وزن دیا
جاسکتا ہے۔ ایسے ایسے صاحب کمال اور انکے عجیب و غریب شکتیوں اور کراماتونکی شہادت
بیانات جاکولیٹ ابوالحق اور سرمارکو پولو وغیرہ سے بھی ہوتی ہے۔

مسمی جاکولیٹ مشہور سیاح ملک فرانس لکھتا ہے کہ علم مقناطیسی اور علم روحانی
کی نسبت اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اہل یوروپ کو ان علمونکا پہلا حرف بھی نہیں آتا اور برہمنوں
نے ان دونوں علموں میں جو کمال پیدا کیا ہے اور جو کچھہ مظاہرات اور کرامات اُنکے ذریعہ
سے وہ دکھلا سکتے ہیں درحقیقت اُنسے عقل حیران ہوتی ہے۔ یہہ امر کچھہ تعجب کی بات نہیں
کیونکہ ظاہر ہے کہ زمانہ قدیم سے باشندگان شمال ہندوستان اور ملک تبت اس علم میں
خاص مہارت پیدا کرتے آئے ہیں قانون قدرت کے پوشیدہ رازونکو انہوں نے بخوبی
دریافت کیا ہے اور بہت سی باتیں حاصل کیں ہیں۔ حاصل کلام اہل ہند کو اگر کچھہ کمال حاصل
ہے تو علم باطن اور علم فلاسفی میں ہی ہے۔ مسٹر جے فیرر اور سر کلاڈ ویڈ صاحب اور دیگر
معزز روشن ضمیر چند صاحبان نے یوگیونکی عجیب و غریب شکتیوں اور کراماتونکی تصدیق
چشم دید واقعات سے کی ہے۔

جیباننا کیو شہوجی کا جسم لطیف میں نمودار ہونیکا حال جو مسٹر انگلننگ نے ایک ایسے موقعہ

بکس والا سوداگر سمی صندوق جو دارجلنگ میں چند تھیوصوفسٹونکے مکان پر تبت سے اکثر آتا جاتا
کرتا تھا کہ تبت میں علاوہ لاماسونکے اور کچھ اشخاص ایسے ہیں کہ جنکی کراماتوں اور شکتیونکا کچھ انتہا
نہیں ہے جب اُس سوداگر کو مہاتما کوتھومی کی فوٹوگراف یعنے عکسی تصویر دکھلائی گئی تو وہ چند
لمحہ اُس تصویر کیطرف بغور دیکھتا رہا اور پھر یک لخت اُسکو پہچان کر بڑے ادب سے اُس تصویر
کے آگے سر جھکایا اور کہا کہ یہہ ایک چوہان یعنے مہاتما کی تصویر ہے جسنے اُنکو ماہ اکتوبر ۱۸۸۱ء کے
ابتدا میں مقام گیان سی میں چند چیلونکے ہمراہ دیکھا تھا۔ جب اُس مہاتما کا نام دریافت کیا گیا
تو اُس نے کہ اُسطرف ایسے مہاتماؤنکو کوٹھم پا کہتے ہیں۔ اور ایسے کئی مہاتما وہاں رہتے ہیں۔
لیکن اُنہیں سے جو سب سے اعلی درجہ کے ہیں اور سبکے سردار ہیں ایک ہی ہیں۔

اُسی کتاب میں درج ہے کہ جب اُس سوداگر کو میڈم بلیوٹسکی کی ایک خاص قسم کے دانونکی مالا دکھائی
گئی تو اُس نے کہا کہ اس قسم کی مالا صرف اُسی شخص کو ملتی ہے کہ جسکو تشو لامہ نے بخشی ہو اور
کہیں سے اس قسم کی مالا نہیں ملسکتی مہاتما کوتھومی کا ایک چیلہ اُسوقت دارجلنگ میں
اُسی مکان میں ٹھیرا ہوا تھا جب اُس نے بغیر استینونکا اپنے بھیکھ کا چولہ پہنا تو اُس سوداگر نے
پہچان لیا کہ یہہ گائی لونگ یعنے چیلے ہیں پھر اُس نے اُنہیں بڑے ادب سی سلام کیا۔

رجنی کانت برہم چاری ایک صاحب نوجوان بنگالی جو تھیوصوفیکل سوسائٹی کے ممبر نہ تھے
بلکہ سوسائٹی کے وجود سے بھی واقف نہ تھے بیان کرتے ہیں کہ میں کوہ ہمالہ میں سیر کرتا ہوا
پہنچا اور چند تبتیوں سے ملا کہ جنکو کوٹھم پا کہتے ہیں۔ اُنکے گورو یعنے مرشد اُنکے ساتھ تھے اور وہ
رگ وید پڑہ رہے تھے۔ میں بہوکھا تھا اُنکے گورو نے میرے سلام کرتے ہی جان لیا کہ
میں بہوکھا ہوں۔ اپنے چیلونکو اشارہ کیا اور وہ میرے لئے کچھ پسا ہوا غلہ اور کچھ چار لائے
مگر آگ وہاں موجود نہ تھی اور میں حیران تھا کہ اُسکو کسطرح پکاؤں میری اضطرابی کیصورت

علما مہاتما ثابت ہونیکے منکر ہونیکی کوشش کرتے ہیں بتلائیے کہ زمانہ حال کے عالمان اور
معلمان علم حکمت میں کونسا شخص ایسا ہے کہ جو فیثاغورث۔ سقراط۔ افلاطون یا پیکلائیڈیس
کے برابر ہو کیا ہم یہہ سمجھیں کہ وہ سب بموجب قانون آفرینش یعنے قانون ترقی اب یونیورسٹی
اکس فورڈ کے بڑے بڑے معلموں کے بجا ہونیں پیدا ہوتے ہیں جسطرح دوبارہ جنم لینا
میرے نزدیک لازمی ہے اور جسطرح روز بروز عالم کے ترقی کرنیکا اصول لازمی ہے اسیطرح
میرے نزدیک مہاتماؤنکا ہونا بھی لازمی ہے مزید براں جب دیکھنے میں آتا ہے کہ بن مانس
اور وحشی حبشی میں بڑا فرق ہے اور علی ہذا القیاس وحشی حبشی میں اور یورپ کے تربیت یافتہ
عالم میں اسقدر زمین و آسمان کا فرق ہے تو کیوں یہہ بھی نہیں مانا جا سکتا کہ درجہ اعلی کے
عاقل و عالم اہل یورپ اور مہاتماؤں میں بھی اسیطرح زمین آسمان کا فرق ہے ہمارے بڑے
بڑے عقلا و داناؤں میں سے اور نیز ہمارے ممالک مغربی کے خود پسندوں میں کون یہہ کہہ سکتا ہے
کہ کسی قوم کی ترقی زمانہ حال میں کسی امر میں کمال کو پہنچ گئی ہے۔

مہاتماؤنکی ہستی کی تصدیق ایسے شخصوں سے ہوتی ہے کہ جنہوں نے انکو بچشم خود دیکھا ہے اور
انسے ہمکلام ہوئے ہیں جنہوں نے انکو دیکھا ہے وہ صرف تھیوصوفی کل سوسائٹی کے ہی
ممبر نہیں ہیں بلکہ بہت سے ایسے شخص ہیں کہ جو سوسائٹی سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ہیں اور انکی
شہادت بالکل بے تعلق اور بے غرض ہے۔ وے سوئیڈن برگ کے اس کلام کی تصدیق کرتے
ہیں کہ بھولے ہوئے یعنے گم شدہ کلام کی تلاش کاملان ملک تاتار۔ اور تبت میں کرو۔ کتاب ہوشہ
پانچ سال کی تھیوصوفی کا حال میں جو ذکر اونکا بابت ملاقات مہاتماؤنکی درج ہے اس سے چند
شخصونکی شہادت کی تصدیق ایک دوسرے کے بیان سے ہوتی ہے۔ دسودر کے مولنکار
مہاتما سے اپنی ذاتی ملاقات کا حال بیان کرتے ہیں اور وہ اب انہی کی خدمت میں حاضر

ضمیر معمولی کا پردہ غفلت اُٹھ گیا ہو۔ اور تمام آگہی اُسکی ضمیر اعلیٰ میں پہنچ گئی ہو۔ اور اُسمیں نورالہی جلوہ گر ہو گیا ہو۔ اسلئے مہاتما کا دیدار صرف اُس شخص کو ہو سکتا ہے کہ جسکا چیتن یعنے آگاہی اُس درجہ پر پہنچگئی ہو۔ اُس مقام سے جملہ بنی انسان مہاتما کی آگاہی میں نظر آنے لگتے ہیں مگر جسطرح کوئی شخص تارے بھری رات کو آسمان کی طرف نگاہ کرتا ہے اور اُسکو سارا آسمان اور کل ستارے نظر آتے ہیں مگر اُسمیں سے جو ستارہ زیادہ منور ہوتا ہے نظر اُسپر زیادہ پڑتی ہے اسیطرح گو مہاتما کی نظر ہر فرد بشر پر ہوتی ہے تاہم کسی خاص شخص پر اُسکی توجہ اور اسکا خاص تعلق تب ہی ہوتا ہے کہ جب وہ شخص اپنی ترقی کرکے وہ کمال حاصل کرتا ہے کہ جس سے وہ زیادہ یا خاص توجہ کے قابل ہوجائے پس گو مہاتما یعنے کاملان رسیدہ جملہ انسانکی طرف بلا رورعایت یکساں نظر الطاف سے دیکھتے ہیں تاہم جو کوئی اپنے تئیں لایق بناوے انکی خاص توجہ اور الطاف سے محروم نہیں ہوتا۔ مگر پہلے اپنی طرف سے کوشش لازمی ہے۔ اور جب ہماری تیاری پوری ہوجاتی ہے تو مہاتما فوراً دستگیری کرنیکو تیار پائے جاتے ہیں بلکہ منتظر رہتے ہیں۔

ممالک مغربی میں مہاتماؤنکی ہستی کی بابت ابھی تک لوگونکو پورا یقین نہیں ہوا ہے۔ اور اُنہوں نے یہہ فرض کرلیا ہے۔ کہ علوم دنیادی جس درجہ کو اُن ممالک میں اب پہنچگئے اُس سے زیادہ ترقی کرنا ناممکن ہے۔ مگر ہم ایسے قیاس کو درست نہیں سمجہہ سکتے جب اصول تناسخ یعنے پونر جنم پر غور کیا جاتا ہے تو مہاتماؤنکی ہستی لازمی ثابت ہوتی ہے گو ظاہری شہادت اس امر کی دستیاب نہیں ہوتی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ رہبران علم آلہی جو زمانہ قدیم میں ہوئے ہیں اور جنہوں نے فلاسفی یعنے علم حکمت زمانہ قدیم کی تعلیم دی اب کدہر گئے اور آجکل کے عقلا اور داناؤں میں ویسا کون ہے کہ جنکے نکالے ہوئے اور بتلائے ہوئے اصول حکمت پر زمانہ حال کے اُن عقلا اور دانایان کی جملہ تحقیقات اور کمالات علمی مبنی ہیں اور جن سے وہ

انکو پائیت جبیل کے عارفاؤنکے مقدوسہ کے نام سے جانتا تھا۔ ملک نیپال میں ایک اعلی
درجہ کی عارفہ کامل اب بھی موجود ہے اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ ملک ہندوستان کے دکھن
میں ایک اور عارفہ تھیں کہ جنکا نام اودیار تھا اور تامل زبان میں انکی تصنیف سے ایک کتاب
گیت ودیا یعنے علم باطن اب تک دستیاب ہوتی ہے جسکا نام کورل ہے۔ ایک اور
عارفہ شہر بنارس میں ہیں کہ جنکی تصویر میں نے دیکھی ہے۔ انکی نسبت کہا جاتا ہے کہ علاوہ
گیت ودیا کے سدھیوں اور شکتیوں یعنے کرامات کے کمال درجہ کا علم شاستر کا انکو حاصل ہے اگر
اعمال درست ہوں تو تانیث کوئی وجہ مانع حصول درجہ عارف کامل واسطے زنان نہیں ہے۔
درجہ عارف کامل کا روحانی ترقی اور ضمیر اور اخلاق کی صفائی سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ
اس کمال کو مرد و عورت دونوں ہی حاصل کرسکتے ہیں جو کچھ کہ جملہ نسل انسان کو دوران
زمانہ کے قاعدہ کے موافق خود بخود آخر کار زمانہ آئندہ میں حاصل ہوگا وہ سب کمالات
مہاتماؤں نے خاص شغل اور تعلیم روحانی کے ذریعہ سے پہلے ہی حاصل کر لئے ہیں۔ کسی
خاص جسمانی صورت کو کہ جسکے ذریعہ سے مہاتما عارضی طور پر اسطرح کام کرتے ہیں کہ جسطرح
انسان کسی وقت کوئی پوشاک پہن لیتا ہے اور پھر اسکو اُتار کر دوسری بدل لیتا ہے مہاتما
نہیں کہتے اسیلئے جو عموماً مہاتماؤنکے درشن کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں اور بیرونی شکل سے
اندرونی کمال کی شناخت کرنا چاہتے ہیں انکی اُمید پوری نہیں ہوسکتی جب انسان
اس بات پر غور کرے کہ جسم معمولی اور جسم روحانی دونوں علیحدہ علیحدہ شی ہیں تب اسکی
سمجھ میں آسکتا ہے کہ جسمانی آنکھونسے مہاتما کا دیدار ایسا ہی دشوار ہے جیسا کہ کسی کی پوشاک
سے اُسکے اندرونی خصلت کا معلوم کرنا مشکل ہے یہہ امر علیحدہ ہے کہ مہاتما خرقہ جسمانی کسطرح پہنتا
ہے۔ مہاتما سے مراد وہ ہے کہ جس نے اپنے جوہر ضمیر کو نور روحانی سے منور کیا ہو اور اسکی وجہہ سے

نسل انسان سے ہے جو اس کرۂ زمین پر آئندہ زمانہ میں پیدا ہونگے۔
واضح ہو کہ یہہ کرۂ ارضی اب چوتھے دورہ میں یعنے چکر میں ہے سنا گیا ہے کہ یہہ پانچ سرداران کسی خاص آشرم مہاتماؤں میں سکونت نہیں رکھتے ہیں مگر وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کے بعد مختلف آشرموں میں دورہ کرتے رہتے ہیں مگر ان سب کارروائیوں کا صدر مقام ملک تبت میں ہے۔ مہاتماؤں کی سب منڈلیاں ان پانچوں رشیوں یعنے غوثوں میں سے ایک نہ ایک کے تابع ہیں۔ حالانکہ مختلف آشرموں کے طریق کارروائی موافق عام تعلیم کے علیحدہ علیحدہ ہیں مہاتما یعنے یہہ عارفان کامل بذات خود کسی دنیاوی مذہب یا فرقہ کے پابند نہیں ہیں۔ اور نہ ممالک مشرقی ہیں اور نہ مغربی ہیں کسی مذہب کے خاص حامی ہیں کیونکہ معرفت کے ایک خاص درجہ پر پہنچکر پابندی ہائے قومی اور مذہبی سے وہ بالکل آزاد ہو جاتے ہیں اور جملہ بنی آدم کو یکساں سمجھنے پر اور اپنی خاص منڈلی کے قوانین کے موافق عمل کرنے میں پابند کئے جاتے ہیں۔ دِکشا یعنے ہدایت روحانی کے کئی درجہ ہیں اور ان سارے درجوں کو طے کرنیکے بغیر مہاتما یعنے کامل کا درجہ حاصل نہیں ہوتا اور ان درجات کے نیچے دو درجات چیلوں یعنے طالبوں کے بھی ہیں ایک درجہ آزمائشی اور دوسرا درجہ منظور شدہ چیلوں کا ہے منظور شدہ چیلے براہ راست مہاتماؤں سے ہدایت اور تعلیم پاتے ہیں اور امیدوار داخل ہونے منڈلی کے رہتے ہیں۔ یہہ مہاتماں یعنے کاملان ہر قوم سے ہوتے ہیں۔ اور مختلف درجات دنیاوی میں سے درجہ بدرجہ کمال حاصل کرتے ہوئے اس درجہ کو پہنچتے ہیں۔ رسالہ تھیوسوفسٹ ماہ مارچ ۱۸۸۲ء میں میڈم بلیوٹسکی صاحبہ نے لکھا ہے کہ ملک چین کی پارسا شہزادی جس نے ساتویں صدی میں بودھ مت تبت میں پھیلایا ایک عارفہ کاملہ ہیں اور انہوں نے متواتر کئی جنم زنانہ لامہ کے جامہ میں لئے ہیں اور باگل

یہہ مراد نہیں کہ اُس گروہ میں جسقدر عارف کامل شامل ہیں وہ سب ممالک مشرقی کے ہی ہوں
اور صرف وہیں کے لوگونکو ہی ہدایت کرتے ہوں بلکہ کل عالم کے مختلف ملکونمیں موافق
اُس ملک اور موافق زمانہ کے ہدایت اور رہبری کرتے رہے ہیں اور سکونت رکھتے رہی ہیں
بنی آدم کی رہنمائی اور ہدایت اور حفاظت اپنے علم حقیقت کے ذریعہ سے موافق قانون
دوران زمانہ مختلف ممالک عالم میں ہمیشہ کرتے رہے ہیں اور کوئی جگہہ ایسی نہیں ہے کہ
جہاں علم باطن اور معرفت اور ترقی روحانی کا زور ہو اور ان مہاتماؤں میں سے کسی نہ کسی صورت
میں کوئی نہ کوئی اُس جگہہ موجود نہو۔

جن مہاتماؤں کا ذکر کیا جاتا ہے اُنکے سات گروہ ہیں اور یہہ سات تقسیم قدرت کے ہر درجہ کامل
میں ہے کیونکہ قدرت کا ہر ایک کام سات سات درجوں یا دوروں کے ذریعہ سے پورا ہوتا ہے
دوران عالم کے سات چکروں کو ایک مانونتر کہتے ہیں اور ہر ایک مانونتر کا ایک بانی یعنے ایک
شمس روحانی ہوتا ہے کہ جس میں سے ابتدائی ظہور میں سات کرنیں یا شعاعیں پیدا ہوا کرتی
ہیں۔ اور پھر اُنمیں سے ہر ایک سات سات شاخونمیں بدستور منقسم ہوتی جاتی ہے ہر ذات
انسانی ان ساتوں دھاروں میں سے ایک نہ ایک دھار کے متعلق ہوتی ہے جسکو سنسکرت
میں گوت یا گوتر کہتے ہیں اس سے مراد یہہ ہے کہ جس شاخ کے متعلق کوئی شخص ہوتا
ہے اُسکو ہدایت روحانی اُسی شاخ کے بزرگ سے ہوتی ہے۔ ان سات رشیوں سے مراد سورج
اعلیٰ یعنے بانی ساتوں گروہ رشیوں یعنے کاملوں سے ہے اور وہ مجسم ظہور اُن شعاع روحانی کے
ہیں۔ ان سے نیچے کئی درجے عارفان کے ہیں۔ عموماً ان سات درجوں میں سے صرف پانچ
درجوں کا ذکر سننے میں آتا ہے اور اُن گروہوں کے سرداروں کو ملک تبت میں چوہنگشو کہتے ہیں باقی
دو درجوں کی بابت سوائے عارف کامل کے اور کسی کو خبر نہیں اور اُنکا خاص تعلق چھٹی اور ساتویں

دہیان یعنے جمالی تصور سے مراد یہہ ہے کہ جملہ کوشش اور توجہ اور خیال نیکی کیطرف اسطرح رجوع کئے جائیں کہ جسطرح آفتاب کی منتشر رشمیں شیشہ آتشی کے مرکز کیطرف یکسو ہوکر رجوع ہوتی ہیں۔ جب یہہ مرکز قایم ہو جاوے تو اسکے اندر ہوکر آگاہی یعنے چیتن کی آمدورفت بغیر منتشر ہونے آگاہی کے ہونے لگ جاتی ہے اور حالت بیداری اور خواب میں اُس آگاہی کو چڑہنے اور اُترنے میں کچھہ تغیر نہیں ہونے پاتا یہہ ابہیاس یعنے شغل وہ راستہ کہولدیتا ہے کہ جسکے ذریعہ سے جیتے جی ہی دیوکان یعنے بہشت کی حالت کا تجربہ ہو سکتا ہے اور آخرکار جب آگاہی مایہ کے چکر یعنے حلقہ سے کہ جسکا نام مرنا و جینا ہے عبور کرجاتی ہے تو انسان عارف کامل بنجاتا ہے۔

باب آٹھوان

مہاتما یعنے کاملونکا حال

سنسکرت میں مہاتما کے معنے روح عظیم کے ہیں۔ عارفانِ کامل کی منڈلی یعنے گروہ جو محافظان علم باطن یعنے برہم وِدیا۔ اور گپت وِدیا ممالک مشرقی ہیں اُنکو بلحاظ ادب اس لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ وید میں ایسے مہاتماؤں کو رشی کہتے ہیں اور اُنکے اصلی معنے سپت رشی یعنے سات قدیم رشی ہیں کہ جنہوں نے ابتدا میں شغل راج جوگ کے سات طریقونکی بنیاد ڈالی یہہ لفظ رشی کا اور لفظونکے ساتھہ مرکب کرکے بہی بولا جاتا ہے کہ جنکے ذریعہ سے خاص حالت یا گروہ عارفان مفہوم ہوتا ہے مثلاً برہم رشی دیو رشی جس سے مراد کامل علم الٰہی ہے۔ اور راج رشی جس سے مراد عارف کامل بحالت خسروی ہے۔ مہارشی جس سے مراد عارف مکمل ہے گو اس لفظ سے یہہ پایا جاتا ہے کہ یہہ عارفان صرف ممالک شرقی کے ہیں تاہم اس سے

اٹھاتی ہے گویا اسکو تھوڑے سے عرصہ کے لئے دیوکان یعنے بہشت کی حالت کا نمونہ سا نظر آجاتا ہی
لیکن چونکہ آگاہی بیداری میں واپس آنے میں درجات طبقۂ خواہشات اور عالم برزخ میں ہوکر گذر
کرتی ہے۔ اسیلئے جب تک ان مقررہ جگہ یعنے لطائف اور مرکزہائے آگاہی میں قیام اور گذر
کا ربط حالت بیداری میں ابہیاس یعنے شغل کے ذریعہ سے نکیا گیا ہو تو دل یعنے خیال
آوارہ ہوکر اُن عالموں میں اِدہر اُودہر چلا جاتا ہے۔ اور حالت سوشپتی کی کوئی یاد داشت
حالت بیداری میں نہیں پہنچتی ہے۔ اسیلئے جو روحانی ترقی چاہتے ہیں اور قوت باطنی
کو بڑہانا چاہتے ہیں اُنکے لئے ضروری ہے کہ اُن مقامات یعنے طبقات باطنی پر اپنا دہیان
یعنے تصور جمائیں۔ ضمیر اعلیٰ کے خاص چیتن یعنے آگاہی کا نام تریہ اوستہا ہے اور یہہ
وہ حالت روحانی آگاہی کی ہے کہ جسمیں صدور دوئی جو بباعث ضمیر ادنیٰ کے قائم
ہوتے ہیں بالکل ٹوٹ جاتے ہیں اور یہی اعلیٰ درجہ کی توحید ہے اس درجہ میں بہشت
کی خواہش بھی نہیں رہتی اور نہ اسکی ظاہری نعمتوں اور آسائیشونکی طرف رغبت رہتی ہی
جو کچھہ درجات آگاہی کے تمثیلونکے ساتھہ بیان ہو سکتے ہیں اُنکا مختصر ذکر کیا گیا۔ اور اب صرف
یہہ کہنا ضرور ہے کہ یہہ سب حالتیں ضمیر ادنیٰ کی خاصیت سے ہیں اور آگاہی یعنے چیتن کا
تار چاروں طبقات یعنے درجات ہستی میں سے ہوکر گذرتا ہے اور چونکہ ہر انسان میں یہہ تار
کم وبیش حرکت کرنیکے قابل ہوتا ہے اور اسکا سلسلہ برابر پیوستہ ہے اسیلئے ہر حالت آگاہی
کی کیفیتیں کچھہ ملی جلی ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بغیر ابہیاس یعنے شغل دہیان یعنے تصور حالت بیداری
میں ضمیر بوقت خواب مضطرب ہو جاتا ہے اسیلئے حالت سوشپتی کی یاد داشت بیداری
میں قائم نہیں رہتی پس بیداری کی حالت میں ہر وقت توجہ کا ایک سور کہنا ضروری ہی اور

اُسکے راستہ میں جو شئی پڑی ہو وہ کمال ہوشیاری سے اُس سے بچکر چلتا ہے اور بے خوف و
خطر تنگ راستوں میں چل سکتا ہے اور اپنے بدن کا تول ایسے کمال سے رکھتا ہے کہ اگر جاگنے
کی حالتمیں ہو تو اُس جگہہ سے ضرور گر پڑے اور اُس حالت میں حالت بیداری سے اُسکی
عقل بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ حالت بیداری میں جن چیزونکو وہ بھول گیا ہو اس
حالت خواب میں اُسکو پوری پوری یاد آجاتی ہیں اور وہ کام جو دن کی روشنی میں
حالت بیداری میں وہ اچھی طرح نہیں کر سکتا۔ بتی کی روشنی میں جو اُس حالت میں اُسکی
پہنچتی بھی نہیں ہے بخوبی کر سکتا ہے اور ایک فرق یہہ ہے کہ حالت بیداری کے
استغراق میں جو خیال ہوتا ہے اُس حالت کے گذر جانے پر یعنے جب آگاہی بیداری
میں آتا ہے تو بدستور یاد رہتا ہے۔ لیکن سوتے جاگتے کی حالت والے کو حالت خواب کی کوئی
بات یاد نہیں رہتی۔ جب ان درجات آگاہی کے باہمی تعلقات پر بخوبی غور کیا جاوے تب ہی
ان حالتونکے مظاہرات اچھی طرح سمجھ میں آسکتے ہیں۔ ایک اور صورت حالت خواب کی یعنے
سوپن اوستھا کی خواب مقناطیسی ہے جو مسمرزم یعنے علم توجہہ کے ذریعہ سے پیدا کی جاتی
ہے یہہ بات اسقدر مشہور ہے کہ اُسکی بابت اس جگہہ ذکر کرنیکی کچھہ ضرورت معلوم نہیں ہوتی
مگر اعلی درجات جذب یا وجد جو بالارادہ اپنے آپ میں پیدا کئے جاتے ہیں ہمکو حالت
آگاہی درجہ سوشپتی میں پہنچا سکتے ہیں جسکا کچھہ ذکر دیوکان کی کیفیت میں مرنے کے بعد کی
حالت کے ذکر میں مذکور ہوا۔

خالص نیند یعنے حالت سوشپتی ایسی حالت ہے کہ جسمیں ہر انسان ہر شب کو کچھہ نہ کچھہ
دیر کے لئے پہنچتا ہے۔ اُس حالت میں ضمیر ادنی عارضی طور پر بیرونی تعلقات دماغی سے اور دیگر
حواس ادنی سے آزاد ہو کر اپنی انانیت اعلی کی روشنی میں داخل ہو کر حیات روحانی کا کچھہ لطف

ایسے خوابونکا ذکر ہر مذہب کی کتابوں میں درج ہے اور یہہ خواب الہام سے یا مناظرہ سے یا دونوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

عموماً جملہ اقسام خواب اقسام مندرجہ بالا میں سے کسی نہ کسی میں شامل ہیں۔ اور کوئی کوئی خواب دو یا زیادہ قسموں میں آجاتا ہے۔ کیونکہ اِن درجات خواب میں ایک دوسرے کے حالات اور کیفیات اکثر آپس میں ملے جُلے ہوتے ہیں۔

حالتِ خواب کی ایک اور عجیب صورت سوتے جاگتے کی ہے۔ اِس امر میں جو شہادت اطبا سے اور نیز اپنے ذاتی تجربہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہوش اور قوت ارادی ہر دونوں سوتے جاگتے کی حالت میں اپنا اپنا پورا کام کرتی رہتی ہیں بلکہ ایسے اعلیٰ درجہ کی ہوش معلوم ہوتی ہے کہ جاگنے کی حالت میں اسقدر نہیں معلوم ہوتی۔ کوئی فعل اِس حالت میں بیرونی حواس خمسہ کی تحریک سے ہوتا ہوا نہیں معلوم ہوتا بلکہ تحریک باطن سے یعنے طبقہ عالم برزخ یا عالم ضمیر سے ہوتی ہے پہلی نظر میں اِس قسم کا خواب حالتِ بیداری کے استغراق یا جذب کی حالت سے کچھہ مختلف معلوم نہیں ہوتا مگر غور سے دیکھنے سے بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً حالتِ بیداری کی جذب کی حالت میں جسمانی حرکات کے نقص پائے جاتے ہیں یعنے ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ بغیر کسی قصد خاص کے شخص مجذوب حالت بیداری میں چیز و نہر اودہر ہاتھہ مارتا ہے۔ اور اگر راستہ میں کوئی شئی پڑی ہو تو اُس سے ٹہوکر کہاتا ہے غرض اسکے جسم سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکے ہوش و حواس ناقص ہیں بخلاف اسکے سوتے جاگتے کی حالت میں گو بظاہر حواس سننے اور دیکھنے کے بیرونی طرف سے بالکل بند معلوم ہوتے ہیں تاہم حالت خواب میں وہ شخص جسپر سوتے جاگتے کی حالت طاری ہوتی ہے

شخصوں کے حالات کے متعلق ہوتے ہیں کہ جنکو وہ جانتا ہے مگر اُنپر کوئی ظہور اس قسم کے حالات کا باطن میں نہیں ہوتا۔

چہارم۔ گذشتہ حالات کے خواب جو کہ خواب دیکھنے والے کے اس جنم یا پچھلے جنموں میں گذرے ہوں۔

پنجم۔ وہ خواب کہ جو دوسروں کے نیک یا بد تصور سے خواب دیکھنے والے پر اس نیت سے منقش کئے جاتے ہیں کہ کسی آئیندہ فعل کیطرف اُسے امادہ کیا جائے۔ ہر ایک معمولی انسان کو اس طور پر اپنا تصور دوسرے پر موثر کرنے کے لئے لازم ہوتا ہے کہ وہ ہوشیار اور بیدار رہے اور مضبوط اور قوی قوت تصور رکھتا ہو۔ لیکن عارف کامل کو ایسے نتیجے پیدا کرنیکے لئے بیداری لازمی نہیں۔ کیونکہ جب وہ اپنے جسم سے علیحدہ ہوتا ہے تو اُسکی وہ حالت حالت خواب یا حالت سوشپتی کے درجہ سے پار یعنے بلند تر ہوتی ہے۔ حالت خواب میں تصورات کے قبول کرنیکی نسبت کچھہ ذکر آئیندہ کیا جائیگا اس قسم کے تصورات حالت بیداری میں اپنی تاثیر قایم رکھتے ہیں اور اس امر کی بابت بہت شخصوں کو خبر نہیں ہے مگر تاہم انسانکی زندگی میں اکثر اُسکی تاثیر قوی ظہور میں آتی ہے۔

ششم۔ خواب تمثیلی جو بطور اشارہ کم و بیش روحانی دلچسپ مناظرات کے طور پر کسی حقیقت غیبی کا اندیہ دلکو پہنچاتا ہے۔ عکس اُس حقیقت کا حالت بیداری کی اگاہی میں بطور اندیہ کے قایم رہ جاتا ہے۔ گو وہ تمام مناظرات پورے پورے یاد نہ رہیں کہ جنکے ذریعہ سے وہ اندیہ اُسے حاصل ہوا ہو۔

ہفتم۔ خواب اولیائی یہہ اعلی درجہ کی آگاہی کے عکس ہیں جو حالت خواب میں حاصل ہوتے ہیں۔ یہہ عکس ضمیر اعلی سے انسانکی آگاہی پر پہنچتے ہیں اسی لئے بہت صاف ہوتے ہیں

طاری ہوتی ہے۔ کیونکہ اس حالت کا قریبی تعلق حالتِ بیداری کے درجہ ساکن سے ہے
اسیطرح درجاتِ آگاہی کئے درجوں پر منقسم ہیں اور انکا سمجھنا آسان نہیں ہے مگر جو تشریح حالت
بیداری اور خواب اور خواب غفلت کے تین تین بڑے درجوں پر کئے گئے ہیں انکو بغور
سمجھنے سے ہر ایک بڑے درجہ کے شکمی درجونکی بھی کیفیت کچھہ کچھہ سمجھہ میں آجاویگی۔ کیونکہ انکی
کیفیتیں بھی مطابق اُن درجات کے ہیں کہ جنکی وہ شکمی درجہ ہیں۔ مناظرات انتر درشٹی یعنی
نظر باطن اور سور وحال یعنے میڈیم کی کچھہ کچھہ کیفیتیں حالت بیداری کے درجہ مجہول
اور درجہ ساکن کے انہیں شکمی درجونسے متعلق ہیں۔

اب غیر معمولی حالت خواب اور درجات آگاہی حالت سوپن یعنے خواب کا کچھہ ذکر کیا جاتا
ہے۔ حالت خواب کے درجات آگاہی کی نسبت عام انسان کو بہت ہی کم اور غیر مکمل واقفیت
ہے۔ حالت آگاہی خواب کی سات مختلف قسم ہیں۔ اوّل تاریک۔ خوفناک۔ گھبراہٹ پیدا
کرنے والے خواب جو نقص جسمانی مثل بدہضمی اور تفکرات دلی وغیرہ اور اسی قسم کی بیرونی
سببونسے پیدا ہوتے ہیں۔

دوئیم بے ترتیب اور ٹوٹے ہوئے خواب جسمیں غیر مکمل صورتیں پے در پے دماغ پر عکس
ڈالتی ہیں۔ اور جاگنے پر اُنکی بابت کوئی صاف اور پورا حال یاد نہیں رہتا۔

سوئیم۔ متنبہ کرنیوالے خواب جو دلپر عالم برزخ کی روشنی میں یعنے آکاش میں بطور تصویر دل
کے عکس ڈالتے ہیں اور اُن واقعات کی صورت دکہاتے ہیں کہ جو عنقریب ہونیوالے
ہیں یا وہ اس قسم کے مناظرات ہوتے ہیں کہ جسمیں خواب دیکھنے والا یا تو اپنے تئیں مشغول
دیکہتا ہے یا علیحدہ، بلکہ صرف اُسکی کیفیت مشاہدہ کرتا ہے۔ یہہ لازم نہیں کہ وہ واقعات
خواب دیکہنے والے کی زندگی سے ہی خاص کر کے متعلق ہوں کیونکہ اکثر وہ خواب دوسرے

معلوم ہوتا ہے کہ حالت بیداری کے درجہ مجہول اور ساکن کے درمیان کی حالت یہہ ہے جس حالت میں کوئی شخص اپنی آگاہی ایسی شکلوں سے متعلق کر سکتا ہے اور ادراک حاصل کرکے انکا نقش ان شکلوںکے ذریعے سے اپنے آپ تک پہنچا سکتا ہے اور اپنی مرضی کے موافق جہاں چاہے اُس شکل کو بھیج سکتا ہے وہ حالت عارف کامل کو حاصل ہوتی ہے - یہہ کریاشکتی یعنے قوت فضعی تیسرے اور چوتھے دوران زمانہ کے آخری حصہ کے نسل انسان کو عام طور پر حاصل تھی اور یہہ قوت متعلق ضمیر اعلیٰ کے ہے کہ جسکے تصور میں ہی سب چیزیں موجود ہیں یہہ ایسی قوت غیبی ہے کہ فی الفور تصور کو مجسم کر دیتی ہے یعنے جس چیز کا خیال آتا ہے وہی بنجاتی ہے - جاگرت اوستھا کے یعنے حالت بیداری کے اسی درجہ کے متعلق حالت بیداری کے مناظرات بھی ہیں - جب آگاہی ادراک و محسوسات بیرونی اور جسمانی سے کھنچ جاتی ہے اور دماغ ایک لمحہ کے واسطے حالت سکوت میں آجاتا ہے اُسوقت عالم بیرونی سے کوئی نقش اُسپر موثر نہیں ہوتے اور ادراک باطنی عالم برزخ یعنے عالم نوری سے حاصل ہوجاتا ہے -

جب عارف صاحب کشف اراداً ایسی حالت وارد کرنا چاہتا ہے تو اپنی آگاہی کو شئی مقصود کیطرف اپنی قوت تصور سے رجوع کرتا ہے اور اس فعل سے اُس شئی کا جو اصلی عکس آکاش میں یعنے روشنی عالم برزخ میں موجود ہوتا ہے اُسکے ساتھ اسکا توصل ہوجاتا ہے - اُس حالت کو جاگرت اوستھا کی یعنے حالت بیداری کے درجہ ساکن کی پہلے حصہ کی یعنے درجہ مشغول کی آگاہی کہتے ہیں اور وہ حصہ حالت بیداری کے تیسرے درجہ کا شکلی درجہ ہے - حالت بیداری کے بے ارادہ مناظرات اُسی درجہ کی اگلی حالت یعنے درجہ مجہول سے متعلق ہیں - اس درجہ میں آگاہی عالم جسمانی یعنے عالم بیرونی سے مسدود ہوتی ہے اور اس درجہ کے مناظرات کے بعد اکثر بیخبری

بیرونی مسدود ہوکر جذب کیحالت پیدا ہوجاتی ہے اور بے ارادہ مانسک روپ یعنے جسم تصوری یا ہمزاد جسم سے باہر نکل جاتا ہے۔ البتہ یہہ کہنا مشکل ہے کہ جسکا مانسک روپ یا ہمزاد اسطرح سے جسم سے باہر نکلجاتا ہے۔ اُسوقت اُسکا تصور اور اسکی آگاہی اُس مانسک روپ یا ہمزاد میں موجود ہوتی ہیں یا نہیں ؟

غور سے صرف اسی قدر معلوم ہوسکتا ہے کہ یہہ مانسک روپ یا ہمزاد بظاہر ایک استغراق کی سی حالت میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اُسکی حرکات ایسی ہوتی ہیں گویا کسی سے کچھہ غرض نہیں رکھتا تاہم وہ حرکات اور افعال ایسے باہوش معلوم ہوتے ہیں کہ جس سے یہہ پایا جاتا ہے کہ اُسکو اپنی حرکات یا افعال کی کچھہ نہ کچھہ آگاہی ہے۔ باوجود اسکے وہ اشخاص کہ جنکے یہہ ہمزاد ہیں جاگنے پر بالکل نہیں جان سکتے کہ وہ کسی اور جگہہ پہنچے ہیں اسلئے اس حالت کو بیخبری کی حالت کہتے ہیں مگر چونکہ یہہ سایہ کی سی شکل معمولی جسم کی سی صورت اختیار کرلیتی ہے اور جس اصل کا وہ سایہ ہے اُس سے بہت فاصلہ پر نمودار ہوتی ہے ہم اُس شکل کو لنگ شریر یعنے جسم لطیف نہیں کہہ سکتے کیونکہ لنگ شریر زندہ جسم سے بہت دور کے فاصلہ پر نہیں جاسکتا۔ میرا غالب قیاس یہہ ہے کہ جب ضمیر اپنے خیالات کی دہاریں حالت استغراق میں ہر طرف پہینکتا ہے تو انہیں سے کچھہ دہاریں عالم برزخ کی یعنے آکاش کی روشنی میں منجمد ہوجاتی ہیں اور اُس عالم کے عناصری مخلوق کے توسّل سے وجود پاکر زندگی کی سی صورت اختیار کرتی ہیں اور چونکہ روحانی تعلق اُنکا زندہ شخصوں سے ہوتا ہے اسلئے اگر کوئی وجہ مانع نہو تو دوسرونکو مجسم دکہائی دیتی ہیں۔ اسکی زیادہ مفصل تشریح متعلق علم باطن کے ہے۔ اسلئے زیادہ ذکر کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اس جگہہ اُسکے ذکر کرنے سے صرف یہہ مقصد ہے کہ ایسی صورت میں ضمیر کی آگاہی کی کیسی حالت ہوتی ہے

عالم برزخ یعنے عالم نوری کے مناظرات اور شاہدات میں قیام نہیں کرتا۔ اور بعد موت کے عالم دیوکان کے بے ثبات عیش و آرام میں بھی نہیں ٹھہرتا۔ جہاں کہ دیگر سالکان راہ خدا کو درجۂ کمال حاصل کرنے سے پہلے قیام کرنا پڑتا ہے۔

ضمیر ادنی کی آگاہی کے مختلف درجات کا مختصر بیان کیا گیا۔

انسان فانی کو آگاہی بخشنے والی ضمیر ادنی عالم کے چار ادنی طبقات سے تعلق رکھتی ہے اور وہ طبقات یا عالم حسب ذیل ہیں۔

اول۔ .... عالم اجسام۔

دوم۔ .... عالم برزخ یعنے عالم نوری۔

سوم۔ .... عالم کام لوک یعنے خواہشات نفسانی۔

چہارم۔ سورگ لوک یعنے عالم فردوس یا بہشت جسکو تھیوصوفی میں دیوکان کہتے ہیں۔

اب ان تینوں درجات کی آگاہی کے کچھ مظاہرات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ عالم اجسام کے حالت بیداری میں بھی مختلف درجات میں عجیب و غریب کیفیتیں پائی جاتی ہیں یعنے حواس خمسہ کے دہوکہ کے مناظرات اور اُنکی جہوٹھی شہادت کے موافق ضمیر کا مغالطہ اور اسکی باعث سے نمود بے نمود اور نیز حواس خمسہ اور ضمیر دونوں کے مغالطے سے دہوکہ کے مناظرات اور شاہدات پیدا ہوتے ہیں۔ اس قسم کے مناظرات اکثر عالم اجسام اور عالم تصور کی ملی جلی کیفیت کے نتیجے ہوتے ہیں۔ اور اُس وقت میں نمایاں ہوتے ہیں کہ جب کوئی خیال یا جذبہ یا حس نہایت جوش کی حالت میں ہوتے ہیں اور اونکی وجہہ سے دماغ ایسا ہوجاتا ہے کہ عالم نوری یعنے عالم برزخ کی صورتوں کے عکس کو قبول کرسکے ایک اور حالت یہہ ہے کہ جسکو گہری سوچ یا استغراق کی حالت کہہ سکتے ہیں جسمیں حواس

تئیں اُس شکل یا صورت میں دیکھتی ہے کہ جسکے ساتھ اسکی آگاہی متعلق ہوتی ہے حالانکہ
وہ اُس آگاہی سے علیحدہ رہتی ہے۔ اپنی اس شکل کو وہ ایک مجہول آگاہی کے ساتھ اس طور
سے دیکھتی ہے کہ جسطرح کسی تماشہ میں جملہ متعلقہ حالات کیطرف متوجہ نہو کر صرف کسی ایک
خاص شکل یا صورت کیطرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں اور اُسی شکل کا تصور جم جاتا ہے
اور باقی اشیاء کے خیالات دل پر نہیں آتے۔ حالت خواب کے اس درجہ میں اصلی عقل
اخلاق اپنے پورے زور میں ہوتی ہے اور ضمیر اُسوقت میں یہہ معلوم کر سکتا ہے کہ کونسا کام
واجب اور کونسا غیر مناسب ہے اور گو بظاہر اپنی مشغول صورت پر وہ کوئی اختیار نہیں رکھتا
تاہم اُسکی آگاہی اُس صورت سے اسقدر ملحق ہوتی ہے کہ اُسکی بھلائی یا برائی سے اُسکو
خوشی یا رنج معلوم ہوتا ہے۔

جسوقت حالت خواب کے درجہ مشغول یا مجہول کی آگاہی موجود نہیں ہوتی ہے اُس حالت
کو حالت خواب کے درجہ ساکن یعنے تیسری درجہ کی آگاہی کہتے ہیں اور اسی نقطہ سے گذر کر آگاہی
اُس حالت میں پہنچتی ہے کہ جسکو سوشپتی یعنے حالت خواب غفلت کہتے ہیں اور یہہ وہ حالت
ہے کہ جسمیں انانیت روحانی کیفیت دیوکان یعنے بہشت کی آسائش اور نعمتوں میں اُس
موقعہ کی آگاہی کے ذریعہ سے لطف اُٹھاتی ہے خواب کے اس درجہ ساکن کی بھی
تین حالتیں ہیں یعنے مشغول۔ مجہول۔ ساکن اور اُسکی کیفیت مطابق حالت بیداری
اور حالت خواب کے اُنھی تین درجوں کے مطابق ہے۔ ان حالتوں میں سے سب سے اعلیٰ
حالت یعنے حالتِ خواب کے درجہ ساکن کی حالت ساکن میں ضمیر ادنی کی آگاہی مایا کے چکر
سے یعنے عالم بے ثبات سے نکلکر انانیت اعلیٰ کی ادراک یعنے آگاہی روحانی حاصل کرتی
ہے یہہ وہ حالت ہے کہ جسمیں عارف کامل سوتے ہی فوراً پہنچ جاتا ہے اور ادنی درجات

یا تو لوٹ کر اپنے مبدا کیطرف عود کرتی رہیں یا درجۂ اعلیٰ کی مشغول حالت میں پہنچتی ہیں جب نیند آجاتی ہے تو آتما ہی سوپن کی یعنے خواب کی حالت میں پہنچ جاتی ہے اور اسکے گرد نواح کیحالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ یعنے جو کچھہ حالت بیداری میں خیالی اور وہمی معلوم ہوتے تھے اب یعنے حالت خواب میں وہ حقیقی اور اصلی معلوم ہوتے ہیں۔

فقط ہماری محسوسات اور افعال ہی تبدیل نہیں ہوتے۔ بلکہ ہماری عقل اور طریق خیالات میں بھی تبدیلی یعنے تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ خواب کے پہلے درجہ میں ضمیر نفید کی حالت میں گو کوئی جسم یا شکل نہیں رکھتا ہے۔ تاہم زندگی کے ایسے کاموں میں اپنے تئیں مصروف کر لیتا ہے کہ جنسے اُسکا تعلق کسی طرح سے ایسا پیدا ہو گیا ہو کہ گویا سالہا سال کا تجربہ اُسکا حاصل ہے۔ ارادہ سے وہ چلنا چاہتا ہے اور فوراً کسی نئی نظارہ کیطرف پہنچ جاتا ہے۔ مگر یہہ نہیں سوچتا کہ وہ نظارہ جو وہ حالت خواب میں دیکھہ رہا ہے وہاں کیونکر آگیا جب وہ دیکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو دروازہ اور دیواریں سب کچھہ شفاف ہو جاتی ہیں یعنے اُسکی نظر میں بالکل حائل نہیں ہوتے۔ جو کچھہ دیوار سے باہر ہے اُسکو بھی صاف صاف دیکھتا ہے۔ جب وہ سننے کا ارادہ کرتا ہے تو باآسانی ہر ایک زبان کو سمجھہ لیتا ہے خواہ وہ زبان رائج ہو یا غیر مروّج جسکو کوئی بھی جانتا نہیں اور اُنکا جواب ایسی زبان میں دے سکتا ہے کہ جو کسی انسان کی جاگرت اوستھا میں کسی نے نہ سُنی ہو۔ خیال کرنیکا بھی ارادہ کرتا ہے اور اپنے آپ میں کوئی بیہودہ خیالی پلاؤ پکا کر کسی دقیقہ مطلب کو اپنے خیال کے موافق حل کر کے جو درحقیقت محض بیہودہ ہوتا ہے نہایت خوش ہوتا ہے۔ مثلاً کسی وقت یہہ سمجھتا ہے کہ مجھے اوڑنے کی ترکیب آگئی اور اپنے دلمیں بہت خوش ہوتا ہے۔ دوسری حالت خواب کی یعنے اُسکا دوسرا درجہ جاگرت اوستھا یعنے حالت بیداری کی گویا پہلے درجہ کی حالت کے مطابق ہے۔ مگر اس حالت میں ضمیر اپنے

مصروف ہوتے ہیں اور خون آزادی سے بلا روک ٹوک تمام جسم میں دورہ کرتا ہے اسی کا نام حالت بیداری کے درجہ مشغول کی آگاہی ہے۔ جب ہم متواتر مصروفیت آگاہی سے تھک جاتے ہیں اور چپ چاپ بیٹھ کر کسی سوچ میں لگ جاتے ہیں یا کسی ایسے نظارہ کیطرف استغراق کی سی حالت میں کسی ایک حس کے متعلق کسی شئی محسوس کیطرف زیادہ متوجہ ہو جاتے ہیں مثلاً کسی صورت یا کسی راگ کیطرف اسقدر متوجہ ہو جاتے ہیں کہ جس سے حالت محویت پیدا ہو جاتی ہے اور ہماری مصروفیت یعنے توجہ عالم ظاہری کی بہت سی چیزوں سے ہٹ جاتی ہے تو اس حالت کو حالت بیداری کے درجہ مجہول کی آگاہی کہتے ہیں۔

پھر درجہ بدرجہ جملہ حواس خمسہ پر نیند کا غلبہ ہوتا جاتا ہے اور ہر ایک حواس خمسہ درجہ بدرجہ ناکام اور سست پڑتا جاتا ہے۔ اور من یعنے ضمیر اپنے آپ میں سمٹ جاتا ہے۔ قوت ادراک میں درجہ بدرجہ تاریکی اور ضعف آتا جاتا ہے۔ خون کا دورہ دماغ کی طرف کمزور ہو جاتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بالکل بیخبری چھا جاتی ہے اور نیند آجاتی ہے۔ اس حالت کو حالت بیداری کے درجہ ساکن کی آگاہی کہتے ہیں۔ حالت بیداری کی یعنے جاگرت اوستھا کی آگاہی کے یہہ تین درجے ہیں انمیں سے جب من یعنے ضمیر جسم بیرونی پر کام کرتا ہے اور جملہ محسوسات متعلق حواس خمسہ کی پوری آگاہی رکھتا ہے تو اس حالت کو جاگرت اوستھا کی درجہ مشغول کی آگاہی کہتے ہیں۔

اور درجہ دوم میں آگاہی کی حالت استغراق یا محویت کی ہوتی ہے یعنے جملہ اقسام ادراک بے ارادہ موجود ہوتے ہیں اسی کو بیداری کیحالت کا درجہ مجہول کہتے ہیں۔

درجہ سوم میں یعنے درجہ ساکن میں جملہ تعلقات اسباب بیرونی سے بالکل بیخبری ہوتی ہے یہہ حالت وہ نقطہ ہے کہ جہاں سے حالت بیداری کی آگاہی کے حواس کی حرکات باوارہ یں

- اوّل — جاگرت اوستھا یعنے حالت بیداری —
  - اوّل درجہ۔ مشغول۔
  - دوم درجہ۔ مجہول۔
  - سوم درجہ۔ ساکن۔
  - — حالت آگاہی مشغول۔

- دوم — سوپن اوستھا یعنے حالت خواب —
  - اوّل درجہ۔ مشغول۔
  - دوم درجہ۔ مجہول۔
  - سوم درجہ۔ ساکن۔
  - — حالت آگاہی مجہول۔

- سوم — سوشپتی اوستھا یعنے حالت خواب غفلت —
  - اوّل درجہ۔ مشغول۔
  - دوم درجہ۔ مجہول۔
  - سوم درجہ۔ ساکن۔
  - — حالت آگاہی ساکن یعنے آگاہی مطلق۔

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ ضمیر ذاتی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ اپنے تئیں زیادہ یا کم خود اختیاری کے ساتھ جسم خاکی اور لنگ شریر یعنے جسم نوری جسکو جسم برزخ بھی کہہ سکتے ہیں۔ رابطہ یعنی اتصال پیدا کر سکتا ہے اور نیز ضمیر اعلیٰ سے بھی اسی طرح اتصال پیدا کر سکتا ہے۔ خالص حالت بیداری یعنے جاگرت اوستھا میں آگاہی جو ہر کام یعنے خواہشات اور پران یعنے جان اور لنگ شریر یعنے جسم لطیف جسکو جسم نوری بھی کہتے ہیں ان تینوں کے ذریعہ سے حواس خمسہ بیرونی میں رہتی ہے۔ یعنے اندریونکے متعلق ہوتی ہے۔ اس حالت میں من یعنے ضمیر کا رخ بالکل عالم بیرونی کیطرف یعنے باہر کہی ہوتا ہے۔

ہر ایک رگ اور ہر ایک حس مستعد اور بیدار ہوتی ہے اور عالم بیرونی سے محسوسات قبول کرنیکے قابل ہوتی ہے۔ آنکھیں روشن اور متوجہ ہوتی ہیں اور کان ہر ایک آواز کے سننے کے قابل ہوتے ہیں اور جسم کی جملہ رگ و ریشہ و اعصاب اپنے کام میں پوری طرح سے

کیطرح ہر شخص کو اپنی انانیت علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتی ہے۔ جسطرح خواب میں ایک شئی بہت سی معلوم ہوتی ہیں اور پھر حالت بیداری میں سب گم ہو کر ایک ہی شئی رہجاتی ہے۔ یہہ عالم بھی ویسا ہی ہے۔ جسطرح اندہیرے میں کسی رسّی کے ٹکڑے میں سانپ کا گمان غلطی سے ہوتا ہے یا سیپ کے چمکدار ٹکڑے کو دہوکھے سے انسان چاندی کا ٹکڑا سمجہتا ہے۔ اور پھر جب غلطی رفع ہوجاتی ہے تو رسّی سے سانپ کی ہستی اور سیپ سے چاندی کی ہستی دور ہوجاتی ہے۔ اسیطرح یہہ سارا عالم روح پاک میں ہمکو اپنی جہوٹھی ہستی بوجہہ ہماری غفلت یعنے اگیان کے دکھلاتا ہے۔ درحقیقت کوئی ہستی نہیں رکہتا اور سوائے روح پاک کے اور کوئی شئی ست یعنے سچ نہیں ہے۔ جسطرح علم یعنے گیان کے ذریعہ رسّی میں سانپ کا دہوکہ رفع ہوجاتا ہے۔ اسیطرح علم یعنے گیان روحانی سے دنیا کی دوئی یعنے جہوٹھی ہستی کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور دہوکہ رفع ہوجاتا ہے۔ جسطرح یرقان کی مرض کے باعث آنکھوں میں نقص آنیکی وجہہ سے ہرایک سفید شئی بھی مریض کو زرد رنگ کی دکھلائی دیتی ہے حالانکہ زرد رنگ کا وجود درحقیقت نہیں ہوتا۔ اسیطرح انسان اپنے اگیان یعنے ناواقفیت کی وجہہ سے دنیا کی ہستی علیحدہ روح پاک میں دیکھتا ہے اس غفلت یعنے اگیان کا دور ہونا بہت دشوار ہے۔

حالت چیتن یعنے آگاہی جو معمولی آگاہی ضمیر ادنی کی ہے وہ تین ابتدائی حالتوں میں منقسم ہے اور انہیں سے ہرایک حالت پھر تین تین حالتوں یا درجوں میں منقسم ہے۔ درجات حالت چیتن یعنے آگاہی یہہ ہیں۔

حس اور ادراک اور خیال اور آگاہی میں بہت فرق ہے۔ تاہم جو تعلق ضمیر انسانکو ایک طرف تصور یعنے خیالات غیر مجسم اور دوسری طرف اشیاء مجسم سے ہوتا ہے اس سے غیر مجسم چیزوں کا تصور مجسم شکلوں کے صور تو نہیں ہوتا ہے۔ اور جب بموجب اپنی محدود آگاہی کے غیر مجسم یعنی غیب کی چیزوں کا بھی خیال کرتا ہے۔ تب بھی مجسم صور تو نپر خیال باندھتا ہے۔

مثلاً جب ہم حسن یا نیکی کا ذکر کرتے ہیں یا تصور کرتے ہیں تو ان صفتوں کو بغیر شمولیت موصوف کے علیحدہ قیاس میں نہیں لا سکتے کیونکہ حسن سے مراد وہ کیفیت ہے کہ جو شخص حسین میں موجود ہے اور نیکی اُسکی صفت ہے کہ جو شخص نیک ہے۔

علیٰ ہذا القیاس ہم آگاہی یعنے چیتن کا قیاس بالذات ہی نہیں کر سکتے مگر چونکہ یہ صفت ضمیر کی ہے جب کبھی حالت آگاہی کا ذکر آویگا تو ہم کو صرف اُسکا ذکر کرنا کافی نہوگا کہ جو شئی ان حالتوں سے آگاہی رکھنے والی ہے۔ بلکہ اُن مجسم چیزوں کا بھی ذکر کرنا پڑیگا کہ جنسے آگاہی کی کیفیت ہمکو ادراک یا معلوم ہوتی ہے۔

آیا وہ چیزیں ہمارے چیتن یعنے آگاہی سے علیحدہ بذات خود ہستی رکھتے ہیں یا نہیں اس امر کی بحث اس موقعہ پر نہیں کیجاتی۔

گیان کانڈ میں ایک جگہہ لکھا ہے کہ وہ چیتن یعنے آگاہی جو نیکی یا بدی کی تحریک کرتی ہے وہ میں خود ہوں۔ وہ تمام عالم متحرک اور ساکن مجھ سے ہی ہے۔ اور سب کچھہ میرے میں ہی سما جاتا ہے۔ کیونکہ سوائے روح پاک کے اور کوئی شئی ہستی نہیں رکھتی وہ روح پاک میں ہی ہوں کیونکہ اور کسی شئی کی ہستی نہیں ہے۔ جسطرح بہت سے پیالوں میں پانی بھر کے رکھنے سے ایک ہی آفتاب کا عکس۔ ہر ایک پیالہ میں جدا جدا دکھائی دیتا ہے اور در حقیقت آفتاب ایک ہی ہے۔ اسیطرح وہ چیتن یعنے روح پاک ایک ہی ہے۔ اور بہت پیالوں کے عکس

میں دکہلاتا ہے اُسکا نام منس یعنے برہانڈی من ہے۔ کہ جسکو ضمیر عظیم کہتے ہیں۔

عالم میں اس سے زیادہ عجیب کوئی اسرار نہیں۔ کیونکہ انسان کی جملہ قوتیں یعنے شکتیں اور اسکان قوتونکا مخزن وہی ہے۔ اور درحقیقت انسان اصلی اُسی کا نام ہے۔ جسم کا نام انسان نہیں۔ اسلیئے بزرگونکا قول ہے کہ اے انسان تو اپنے تئیں پہچان۔

درجات آگاہی یعنے چیتن کے چند ابتدائی تفریقیں جو تصوف کی روسے مانی جاتی ہیں اور روح انسان کے دلی یعنے حالت ضمیر کی عام کیفیتیں مختصر طور پر شائقین کی واقفیت کے لیئے بیان کیجاتی ہیں۔

باب ساتوان

چیتن یعنے آگاہی کی حالتوں کا بیان

چیتن یعنی آگاہی کی تشریح کرنیکا میرا مقصد نہیں ہے اور نہ میں دعوی کر سکتا ہوں کہ اسکی تشریح یا اسکا باعث بیان کر سکوں۔

یہہ کام بڑے بڑے فلاسفروں سے بھی نہیں ہو سکا۔ اور نہ یہہ عقدہ کسی سے حل ہوا پس محدود عقل کے انسانوں کے لیئے اس عقدہ کے حل کرنیکا دعوی کرنا محض نادانی ہے۔ میں صرف اتنا ہی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جسقدر خود ہی سب پر روشن ہے۔ یعنے یہہ کہ من یعنے ضمیر کی جملہ ظہور کا مبدار چیتن یعنے آگاہی ہے۔

اور پہر چونکہ تعلق آگاہی کا عالم غیب اور عالم ظاہر سے ہے اسکا ذکر کیا جاوے۔ آگاہی انسان کی خواہ کسی حالت میں ہو یا تو متعلق عالم غیب یا متعلق عالم ظاہر کے ہوتی ہے۔ اور گو

بغیر ملنے کسی دیگر جوہر یا عنصر غیر جنس کے مختلف قسم کی جسم اصور تیں پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ کسی خالص جوہر یا مادہ یا شئی کے خاصہ ذاتی ہیں بغیر ملنے کسی دیگر جوہر یا شئی کے کوئی تغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر جب جوہر یا شئی کو خالص سمجھا جاتا ہے۔ جب اُسی ایک شئی میں مختلف کیفیتیں پائی جاتی ہیں اور اُس اختلاف کی وجہہ سمجھہ میں نہیں آتی تو تحقیق نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شئی یا جوہر خالص ہے۔ اور نہ یہہ کہا جا سکتا ہے کہ قانون قدرت میں کیا کچھہ قوت اور کیا امکان قوت موجود ہے اور وہ کیا کچھہ نہیں کر سکتا۔

دیکھو کوئلہ اور ہیرا دونوں بظاہر کسقدر مختلف قسم کی اشیاء معلوم ہوتے ہیں ایک بدشکل اور دوسری شفاف پہلودار بلوری شئی ہے۔ کوئلہ نرم اور ہیرا سخت۔ اور کوئلہ چیک اور غیر شفاف ہے اور ہیرا چمکدار اور شفاف۔ باوجود ایسے اختلاف ظاہری کے دونوں کا خالص جوہر اصلی ایک ہی ہے۔

آکسیجن اور اوزون دونوں کی خاصیتوں میں اختلاف ہے۔ مگر اصلی جوہر خالص دونوں کا ایک ہی ہے اور بہت سے جوہر ایسے ہیں کہ جنکی خاصیتوں میں اسی قسم کا اختلاف بغیر ملنے کسی دوسرے جوہر یا عنصر کے پیدا ہو سکتا ہے۔ ان ساری باتوں سے ظاہر ہے کہ مادہ نفوذ پذیر شئی ہے۔ اور اور اجسام غیر مجوف کا انتشار اور انجماد اور ایسی اجسام کا زمین کی مقناطیسی لہروں کے ذریعہ سے علم باطن کے زور سے گذر ہونا صرف اس وجہ سے خلاف قیاس نہیں کہا جا سکتا کہ اُس قسم کے مظاہرات زمانہ حال کے علم طبعی ممالک مغربی کے رو سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ ایک ہی حقیقت یعنے اصلی جوہر ہی جسمیں سے جملہ آفرینش اور مخلوق پیدا ہوتے ہیں۔ یعنے ظہور پکڑتے ہیں اُسکو سنسکرت میں سوبھاوت کہتے ہیں۔ اور جو کارن اور سبب اصلی اسی ایک شئی کو بیشمار اور مختلف شکلوں اور صورتوں

یعنے قطب اثباتی گلاس ج میں لگایا جائے تو وہ ار قوت برقی گلاس الف میں سے گذرتے وقت اُسکے مصالحہ کو جوش میں لاکر سوڈا کو تہ نشین کر دیگی اور ترشی یعنے ایسڈ کو گلاس ب کے اندر ہو کر گلاس ج میں پہنچا دیگی - بموجب قاعدہ کے ترشی کا اثر شربت وائولیٹ پر کہ جو ارغوانی رنگ کا ہوتا ہے معمولی طور پر تو یہہ ہونا چاہیئے کہ اُسکا ارغوانی رنگ بدل جائے اور گہرا سرخ ہو جائے - مگر تعجب کی بات یہہ ہے کہ اسطرح کے تجربہ میں رنگ تبدیل نہیں ہوتا - اب دریافت طلب یہہ امر ہے کہ وہ ترشی گلاس ب میں سے گذرتی وقت کونسی خاص کیفیت اور تاثیر پکڑ جاتی ہے کہ جسکے سبب سے شربت کا رنگ تبدیل نہیں ہونے پاتا - اگر بجائے قطب نفی کے آلہ برقی کا قطب اثباتی گلاس الف میں داخل کیا جاتا تو ترشی یعنے ایسڈ گلاس الف میں رہ جاتی اور ایلکلی یعنے کہار یا شوریت گلاس ج میں پہنچ جاتی تو مادہ تہ نشین یعنے شوریت گلاس ب میں سے گذرتے وقت اُسکے ارغوانی رنگ کے شربت کو سبز کر دینا چاہیئے تہا - مگر اس تجربہ میں ایسی تبدیلی نہیں ہوتی اس قسم کے مظاہرات کی نسبت نخبیو صوفی کا یہہ قول ہے کہ کل مادہ درحقیقت ایک ہی اصلیت رکہتا ہے - اور ہر مادہ ہمجنس ہے اور اپنے مختلف ظہور کی صور تو نمیں مختلف مقدار اور درجات حرکات کے تابع ہوتا ہے - اور کسی مادہ کی حرکت یا بہاؤ کا مقدار یعنے زور مطابق اجزاء جسم اُس مادہ پاشی کے ہوتا ہے کہ جسکے اندر سے اُسکا گذر ہوتا ہے - یعنے اگر اجزاء مادہ لطیف ہوں تو حرکت تیز ہوتی ہے - اور اگر اجزاء کثیف ہوں تو حرکت کم ہوتی ہے - اسیلئے تغیر حرکت سے تغیر حالت پیدا ہوتی ہے - اور کسی درجہ حرکت میں تغیر مادہ پاشی پیدا ہوتا ہے - یعنے خواص الاشیا میں تغیر کیمیائی جس سے مراد تغیر ترکیبی ہے پیدا ہوتا ہے - یہہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ہمجنس جوہر یا عنصر بذات خود

جانئے غور ہے کہ گو عالمانِ علم ظاہری اپنے طریقہ تحقیقات کو کامل اور بے نقص سمجھتے ہوں تو کیا بلا تحقیقات اور بلا علم ہستی علوم اقسام اعلیٰ اور نیز طریق تحقیقات علوم مذکور سے جو اُنکے اپنے طریقہ تحقیقات سے مختلف ہوں بالکل انکار کرنا اور اُنکو جہوٹھ کہنا بعید از عقل و انصاف ہے۔

اور اگر ایسے علم کا ہونا تسلیم کیا جاوے یا ممکن مانا جاوے تو اُس خاص گروہ عالمان کو ایسے علم کا حاصل ہونا کیوں نہ مانا جائے کہ جنہوں نے علم فلاسفی اور قدرت کے لطیف ترین قوتوں اور کیفیتوں کے دریافت اور علوم باطن کی تحقیقات میں پشت در پشت بے انتہا زمانہ قدیم سے اپنی زندگیاں صرف کی ہوں۔

علم باطن میں جو راز اور طریق انتشار و انجماد اجزائے اجسام مادی اور نفوذ کسی شی غیر مجوف کا دیگر شی زیادہ غیر مجوف میں بیان کیا جاتا ہے۔ اُسکی شہادت علم ظاہری کے بھی کسی کسی مسئلہ زیر تحقیقات سے پائی جاتی ہے۔ مثلاً یہہ تجربہ عجیب ہے کہ تین گلاس ایک میز پر ایک دوسرے سے تھوڑے فاصلہ پر رکھے جائیں۔ فرض کرو کہ ایک گلاس الف و دوسرا ب و تیسرا ج ہے۔ گلاس الف میں سوڈیم سلفیٹ گہولکر ڈالا جائے اور گلاس ب میں شربت وائولیٹ پانی ملاکر رکہا جائے اور گلاس ج میں خالص پانی رکہا جائے اور ایک بتی ایسبسٹس جو ایک ایسی شے ہے کہ جسکو آگ نہیں لگتی تر کرکے گلاس الف میں ایک سرا ڈبوکر دوسرا سرا اُسکا گلاس ب میں ڈبویا جائے اور ایک بتی کا ایک سرا گلاس ب میں اور دوسرا سرا گلاس ج میں ڈبویا جائے تو آمد و رفت درمیان گلاس الف و ج گلاس ب کے شربت کے اندر ہوکر ہوگی۔

تب اگر ایک آلہ برقی کی تار کا قطب نفی گلاس الف میں رکہا جائے اور اُسکا دوسرا سرا

عالم میں ایسی قوتیں بہت ہیں کہ جنکی بابت عوام کو کچھہ علم نہیں ہے اور چونکہ قوت یعنے شکتی سے
مراد صرف قسم حرکت ہے اسلیئے یہہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے درجات مادہ بھی ایسے موجود ہیں
کہ جنکی بابت ابھی تک عوام کو کچھہ علم نہیں ہے۔ کیونکہ بغیر مادہ کے کوئی حرکت قیاس میں نہیں
آسکتی۔ قوت برقی۔ روشنی۔ اور حرارت فقط آکاش میں مختلف اقسام کے حرکات کی نتایج
ہیں مگر علوم ظاہری میں۔ یہہ ظہور ایک ہی اصلیت اور باعث سے نہیں پائے جاتے
بلکہ ہر ایک ظہور کا جدا جدا نام رکھا ہوا ہے۔ یعنے وہی ایک شکتی یعنے قوت مختلف
صورت ظہور میں مختلف ناموں سے نامزد کیجاتی ہے۔ حالانکہ درحقیقت وہ ایک ہی قوت ہے
علی ہذا القیاس مختلف اقسام ظہور یعنے صورت ظاہری کے موافق مادہ کے بھی علوم ظاہری
میں مختلف نام رکھے ہوئے ہیں البتہ عالمان علوم ظاہری درپے تحقیقات اس امر کے ہیں
کہ درحقیقت ایک ہی جوہر اصلی مختلف صورتوں اور شکلوں میں نظر آتا ہے اور عالم ظاہری
کے ہر موجود کا جوہر اصلی ایک ہی ہے۔ پس جبکہ علوم ظاہری سے اس عالم اجسام کے
مادے کے اصل جوہر کی کیفیت بھی ابھی دریافت نہیں ہوئی ہے تو قوت یعنے شکتیوں
کا انتہا ابھی کیونکر جانا جاسکتا ہے اور انکے باہمی تعلقات سے کیا کیا نتایج ممکن ہیں یہ کسطرح
تحقیق ہوسکتا ہے اور کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھہ عالمان علوم ظاہری کو اب تک معلوم
ہوچکا ہے اوسکے علاوہ کچھہ ممکن نہیں باوجود اس امر کے کہ علما اس بات کو تسلیم کرتے
ہیں کہ نئی نئی قوتوں کا دریافت ہونا ممکن ہے اور باوجود اس امر کے کہ انکے دریافت
کرنے میں سعی بھی کیجاتی ہے تاہم جو بیانات تھیوسوفسٹ اپنے تجربہ سے حق الیقین و
عین الیقین بابت ہستی ایسے علم کے نسبت کاملان علم باطن کی کرتے ہیں انکو وہ عالمان
جو عالم ہونیکا دعوی کرتے ہیں یا تو اونکی ارادتاً دھوکہ بازی یا فضول گوئی بتلاتے ہیں۔

ہیں۔ پس انکا علم جب پانچ ہی حواس سے محدود ہے تو جو آگاہی چھٹے حس کے متعلق ہے وہ انکو
عام طور پر کسطرح حاصل ہو سکتی ہے اور جو باتیں اُس ادراک کے متعلق ہوں اُنکو وہ تحقیقاً کسطرح
مان سکتے ہیں۔ پس اصطلاح تصوف میں عالم کے معنے بہت وسیع ہیں۔ اگر ہم درجۂ مادہ سے
صرف وہ مادہ سمجھیں کہ جو حواس خمسہ سے محسوس ہو سکتا ہو تو اُس درجہ کے مادہ کو جو کہ حواس
خمسہ کے حس سے باہر ہے دریافت کرنیکے لئے مدت دراز کی تعلیم علم باطن درکار ہے کہ جسکے
ذریعہ سے قوت آگاہی اُن درجات کے مادوں کو ادراک کرنیکی قابلیت حاصل کرے بغیر اسکے
اُن درجات کے مادوں کی ہستی کا یقین کامل نہیں ہو سکتا۔ علم باطن کی جو تعلیم مخفی قوتوں
کے باب میں ہے وہ بھی زیادہ توجہ کے قابل ہے چونکہ عوام میں یہ خیال ہے کہ فی زمانہ انسان کے
لئے مخفی قوتوں کا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے وہ دو وجہ سے خالی نہیں۔ ایک تو یہ کہ جو قوتیں چند
علما و فضلا علوم ظاہری کو حاصل ہیں بہ امکان قوت وہیں تک محدود قرار دیجاتی ہے
اور وہ کہتے ہیں کہ جو قوتیں اُنکو حاصل ہیں اُن سے بڑھکر انسان کے لئے اور کسی قوت
کا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیا یہ امر امکان کو حقیقت موجودہ پر محدود کرنا نہیں ہے جو قوتیں
ابھی علوم ظاہری کے مالک بشری سے دریافت نہیں ہوئی ہیں اُنکی ہستی کے یقین نہ
کرنیکی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ قوتیں خاص و عام کو حاصل نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب
ایسی قوتوں کا موجود ہونا بیان کیا جاتا ہے تو یہ بھی بیان کرنا لازم پڑتا ہے کہ کاملان علم باطن اُن
قوتوں کو بھی بہتر جانتے ہیں کہ جنکا علم عالمان علم ظاہری کو حاصل ہے اور نیز یہ کہ اور بہت سی
قوتیں ایسی ہیں کہ جنکی بابت عالمان علوم ظاہری ابھی واقف بھی نہیں ہیں مگر کاملان علم باطن
اُن قوتوں پر قادر ہیں اور اُنکو اپنی مرضی کے موافق کام میں لا سکتے ہیں خواہ ان دونوں قسموں کی
قوتوں میں سے کسی قسم کی قوت کو قوت باطنی کہا جاوے۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ

مزید براں علوم ظاہری سے ثابت ہے کہ مادہ اور قوت ساتھ ہی ساتھ رہتے ہیں اور دوبار برقی بھی ایک قسم کے مادہ کا کسی جسم کے اندر سے گذر جاتا ہے کہ جو کثیف تر اور زیادہ قابل نفوذ اجزا سے مرکب ہو چونکہ حرکت کی کمی بیشی اُس مادہ کی کثافت یا لطافت پر موقوف ہے کہ جسکے اندر سے ہوکر اُسکی گذر ہوتی ہے۔ اسلیئے لازم ہوا کہ ایک ہی حد کے اندر کئی مختلف اقسام کی حرکت ایک ہی وقت میں موجود ہوں بشرطیکہ اُسیقدر مختلف درجات کثافت یا لطافت کے مادے بھی اُسی حد میں موجود ہوں۔ باوجود اسباب کے جبکہ یہہ کہا جاتا ہے کہ اسی دنیا میں مجسم انسان کے علاوہ دیگر اقسام کے انسان بھی موجود ہیں علماء علوم ظاہری کہتے ہیں کہ یہہ بات خلاف از عقل اور بعید از قیاس ہے۔ لیکن خلاف عقل ہونیکی کوئی وجہہ بیان نہیں کرتے پس اگر علم باطن کی رو سے کہا جائے کہ اس عالم کے حدود کے اندر جو جگہہ بظاہر خلا معلوم ہوتی ہے اُسمیں بہت سے درجات کے عالم مخفی موجود ہیں تو عالمان علم ظاہری کو کب یقین آتا ہو۔ چاہے کوئی یقین کرے یا نکرے۔ میڈم بلیوٹسکی صاحبہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی عالم مخفی کی ہستی میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔ جسطرح یہہ دنیا کثرت سے آباد ہو اُسیطرح وہ عالم بھی ظاہری خلا میں بیشمار موجود ہیں۔ بعض اُنمیں سے اس دنیا سے بھی کثیف تر ہیں اور کتنے ہی درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے لطیف تر یہانتک کہ بلحاظ لطافت آکاش کو تجاوز کرکے لطافت نفس کے درجہ تک پہنچ گئے ہیں۔ جسمانی آنکھوں سے نظر نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں کہ ایسے عالموں کا وجود نہیں ہے۔ کیونکہ علوم ظاہری والے بھی بہت سا سے ایسی چیزوں کی ہستی کو قبول کرتے ہیں کہ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتیں جیسے گیس۔ قوت وغیرہ۔ چونکہ قوت حس موافق درجہ ترقی روحانی نسل انسان کی درجہ بدرجہ حاصل ہوتی ہے اور چونکہ موجودہ نسل انسان نسل پنجم ہے۔ اسلیئے پانچ حواسوں سے زیادہ حواس نہیں رکھتی

اُسکے اندر ضرور داخل ہوتی ہے ورنہ آواز اُسکے اندر سے کسطرح گذر کرتی پس صاف ظاہر ہے
کہ آواز بہت لطیف درجہ کی ہوا کی حرکت سے کانوں تک پہنچتی ہے۔ اگر ہوا باد کے کثیف اجزاؤں
کے متحرک ہونے سے چلتی ہے اور آواز لطیف تر اجزاؤں کی حرکت سے تو ظاہر ہے کہ
ایک دوسرے کی حرکت میں مخل نہیں ہو سکتی۔

مادہ کی ایک چوتھی خاصیت محیط ہونا ہے اور جبکہ علوم ظاہری کی رو سے ہوا سے لطیف
ترین مادہ کی ہستی ثابت ہوتی جاتی ہے تو کیا عجب ہے کبھی نہ کبھی لطیف ترین عنصر یعنی
اکاش جسکو حکماء ہند نے پانچواں عنصر قرار دیا ہے اُسکا علم بھی عوام پر روشن ہو جائے
اور اُسکے معلوم کرنیکے بھی آلات ایجاد ہوں اور جو نہایت گاڑھا تاریک مادہ اس عالم کے گرد
سیاہی کے گولے کیطرح پھیلا ہوا ہے جسکا نام بباعث ناواقفیت کے اب ہم کرۂ ہوا کہتے ہیں
اور صاف شفاف سمجھتے ہیں کچھ اور ہی شئی ظہور میں آوے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ خلا میں ہر ایک نقطہ نفس اور آگاہی یعنے پران اور چیتن سے پُر ہے
اور علم باطن سے یہہ بھی ثابت ہے کہ کوئی جگہہ بھی نہیں کہ جہاں اس دنیا کیطرح قابل
سکونت عالم ہائے موجود نہوں بلکہ ایسے عالم عالم ظاہری کے اندر اور اُسکے ساتھ ہی
ملے جُلے ہیں اور تاہم عالم ظاہر اکیصورت شکل میں کسیطرح مخل نہیں ہیں۔

یہہ بات گو کیسی ہی عجیب اور بظاہر ناممکن معلوم ہوتی ہو تاہم خیالی سمجھکر اُسکو رد نہیں کیا
جا سکتا کیونکہ یہہ بات ایسے شخصوں کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ جنکی نگاہ حد بصارت انسانی
سے پرے تک پہنچتی ہے اور جنکو وہاں کا علم حاصل ہے۔ نظر انسان آفتاب کی کرنوں کے رنگوں
تک محدود ہے تاہم حرکات مادہ لطیف تر کا وجود اسبات سے ثابت ہے کہ آئینہ فوٹوگراف
پر کرنیں آفتاب کی بنفشجی اور سرخ رنگ سے باہر لطیف تر رنگوں کا عکس منقش ہو جاتا ہے

نفس اعظم کی مختلف صورتیں ہیں۔

مختلف درجہ کی حرکات جو مختلف درجات

مادہ کے موافق ہوتی ہیں۔ علم ظاہری میں بقید حواس خمسہ انکو علیحدہ علیحدہ ناموں سے نامزد کیا جاتا ہے۔ لیکن علم سے ثابت ہے کہ جملہ درجات حرکت اور نیز مختلف مظاہر جو اُنسے پیدا ہوتے ہیں ایک دوسرے میں تبدیل ہو جانیکے قابل ہیں کیونکہ بروے علم باطن ہر ایک درجہ کا مادہ ایک ہی شی کی مختلف صورت ہے۔ اور جو کوئی اُنکو تحلیل کرنیکا علم رکہتا ہے وہ ہر ایک شی کو ایک دوسری میں تبدیل کرسکتا ہے۔ ثابت ہے کہ آکاش جسکو حکماء ہند نے پانچواں عنصر لکہا ہے۔ وہ ہوا سے بھی لطیف تر ہے کیونکہ جسمیں ہوا نفوذ نہیں کرسکتی ہے۔ آکاش اُسمیں بلا روک ٹوک نفوذ کرسکتا ہے۔ جس مادہ کے اجزا جسقدر زیادہ لطیف ہونگے اُس مادہ کی حرکت کی لہریں بھی اُسیقدر تیز رو ہونگی چنانچہ آفتاب کی شعاع حرارت شعاع سرخ سے نیچے ہوتی ہیں اور نور برقی کی شعاع رنگ بنفشجی سے بالا اس سے ظاہر ہے کہ مادہ برقی روشنی سے زیادہ لطیف ہے اور روشنی آگ سے لطیف تر۔ آواز ایک سیکنڈ میں چودہ سو فٹ تک کا فاصلہ طے کرسکتی ہے مگر تیز سے تیز ہوا گھنٹہ میں ساٹھ میل سے زیادہ مسافت طے نہیں کرسکتی۔ پس ظاہر ہے کہ ہوا سے قریب پندرہ درجہ زیادہ لطافت آواز میں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہوا میں اجزا لطیف کے کئی درجہ ہیں۔ چنانچہ جب کسی غیر مجوف شی کے اندر سے مادہ لطیف کی لہریں آواز کو سماعت تک پہنچا سکتی ہیں۔ مثلاً کسی بڑے شہتیر کے ایک سرے سے کان لگائیں اور دوسرے سرے کو کوئی ایک نہایت باریک سوئی سے کھرچے تو اُسکی آواز کان تک برابر پہنچتی ہے اور صاف سنائی دیتی ہے۔

پس چونکہ کثیف ہوا لکڑی کے جوف میں داخل نہیں ہوسکتی ہے مگر لطیف درجہ کی ہوا

ہوتی۔ دل ہر وقت پچھلی باتوں کی یادگار میں مبتلا رہتا ہے دنیا کی مختلف کیفیتیں ہر وقت پلٹا کھاتی ہیں اور جنکے دل راضی برضا ہوتے ہیں انکو ہر روز نئی نئی امیدیں اور ممکنات حاصل ہوتی ہیں لیکن یادداشت کبھی تبدیل نہیں ہوتی اور پچھلی باتوں کی یاد رکھنے کا نتیجہ سوائے رنج کے اور کچھ نہیں ہوتا انسانکو واجب ہے کہ زندگی کی تبدیلی کے ساتھ ہی ساتھ اپنے آپ کو بھی تبدیل کرتا جائے۔ اس دنیا میں پھولوں کی طرح روز بروز بڑھتا جائے اور قدرت کی طرح زندگی بسر کرے نہ پچھلی باتوں کا رنج اور خیال دلپر نہ لائے اور روز بروز جو کچھہ پیش آئے اسکو بھگتتا جائے اور گذشتہ کا رنج یا ملال دلپر نہ لائے۔ یہ تھیوصوفی کا مسئلہ امید ہے۔ جو عقل کی بنیاد پر قائم ہے اُسکا قول یہہ ہے کہ جو کچھہ قیاس میں آسکتا ہے سب ہی ممکن ہے اور جو ممکن ہے وہ اصلی اور تحقیق بھی ہو سکتا ہے کوئی ایسا خیال نہیں کہ جسکو انسان کوشش کرے اور پورا نہ کر سکے اور ترقی اور انسانیت نیک نیتی سے اپنے اپنے فرائض کو پورے طور سے انجام دینے سے حاصل ہوتی ہے اور ہر ایک فرد بشر کے ستواتونیکی کیطرف لگے رہنے سے وہ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

باب ششم

مادہ کے درجات اور کیفیات

عالم اجسام میں تحقیقات علوم ظاہری سے روز بروز سمجھہ میں آتا جاتا ہے کہ مختلف حرکات مثلاً روشنی آواز وغیرہ میں باہم کیا تعلق ہے اور زمانہ حال کے تجربات سے آواز و دیگر مظاہر محسوسہ جو علم ظاہری کی رو سے مختلف درجات مادہ میں واقعہ ہوتی ہیں ایک ایک علیحدہ نام سے نامزد ہیں لیکن بروئے علم باطن وہ سب مختلف اقسام کے ظہور ایک ہی شئی یعنے حرکت یا

چاہئے کہ اُس نے اپنا فرض پورا ادا کیا جو کوئی اپنے آپ سے سچا رہیگا تو ممکن نہیں کہ کسی دوسرے
سے بھی جھوٹھا بنے کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو نیکی میں لگائیگا اور ہر وقت خیال اپنی نیکی کا
رکھیگا اُس کو دوسروں کی بدی کب ہو سکتی ہے۔

ایک اور شئی جو زندگی کو اور انسانی شکتی کو ضایع کرنے والی ہے۔ وہ یہہ ہے کہ گذشتہ کا
پچھتاوا اور رنج کرنا ہماری زندگی کا بہت سا وقت پچھلی باتوں کے یاد کرنے میں صرف ہوتا ہے آئندہ
کی اُمید و نیز اسقدر خیال نہیں جتنا اکثر لوگ مردوں کی مقبرے اور یادگاریں بناتے ہیں تواریخیں
اور سوانح عمری لکھتے ہیں اور اُنکے اقوال و افعال کی نقطہ چینیاں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بزرگ
سابق نے بچشم خود دیدار الٰہی حاصل کیا۔ اور ہم فقط شنید پر عمل کرتے ہیں۔ کیا وجہہ ہے
کہ ہمارا تعلق بھی عالم مینا اُسطرح براہ راست اور بلا واسطہ نہو سکے یہہ قول موجب صحت
اور اُمید اور خوشی کا ہے۔ کیونکہ یہہ بات ایسے دل سے پیدا ہوئی ہے کہ جو اس بات کا علم رکھتا
ہے کہ ترقی زندگی کا قانون ہے۔ ممکن ہے کہ کل زندگی کا ایک ہی دن سب سے مبارک تجربات
سے پُر اور اُمید و نیز سے بھرا ہوا لطف زندگی کا لب لباب ہو لیکن اِس بات کا حصر دل کے اُس
خیال پر ہے کہ جو روزمرہ کے معاملات کیطرف ہوتا ہے ایک وقت میں ایک دن کی نیک
زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہئے عجب نہیں کہ کل کا دن ایسا ہو کہ ہم اسکو مبارک اور اُمید و نیز
پُر اور تازگی روحانی سے آراستہ پائیں۔ تاہم زیادہ تر مخلوق ایسے دیکھنے میں آتے ہیں
کہ جو خزان زندگی تک محض تہیدست رہتے ہیں اور سوائے رنج اور پشیمانی کے اُنکے ہاتھ کچھ
نہیں آتا ہے اور فقط گذری ہوئی باتوں کا رنج اور پچھتاوا اُنکی دلوں پر چھایا ہوا ہوتا ہے کیا اسکا
نام زندگی ہے جو پچھلی باتوں پر اپنا دل لگاتا ہے اور گئی گذری نعمتوں یا محبوں کا رنج اور پچھتاوا
کرتا ہے اُسکی زندگی مفت تلف ہوتی ہے۔ اور اس قسم کی زندگی میں کوئی ترقی حاصل نہیں

ایسی کوئی بڑی کشش نہیں ہے کہ جسکے سبب سے ہم اسکی طرف مائل ہو جاویں قوت عقلی میں جو جوش ہمدردی اور رحم کا ہونا لازمی ہے اُس سے یہہ مراد نہیں ہے کہ عقل اور دانائی اسبات پر موقوف ہے کہ عیوب اور گناہ سے بھی التفات کرے بلکہ غرض یہہ ہے کہ اُنکی اصلاح اور درستی کرکے نیکی اور ثواب کی حالت کو پہنچا دینے کے لئے صبوری اور بُردباری سے کوشش کرے دانایان حق شناس عقل کو ترحم دلی سے علیحدہ نہیں ہونے دیتے۔ انسان کامل با قرینہ ہوتا ہے۔ جب دماغ انسانہیں کوئی بھی خیال ایسا باقی نہیں رہتا کہ جو دل کے جوش سے نہ اُٹھا ہو اور جب دل میں کوئی بھی ایسا خیال نہ اُٹھے کہ جسکو دماغ منظور نہ کرسکے غرض جنکا دماغی خیال دل کی رقت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے وہی گیانی یعنے دانا ہیں۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انسان جملہ قوم انسان سے ویسا ہی تعلق رکھتا ہے جیسا کہ کسی جسم کا ہر ایک ذرہ اُس جسم سالم سے کہ جسکا وہ جزو ہے۔ کوئی ذرہ بکمل طور پر دوسرے ذرہ کی جگہہ تب تک قایم نہیں ہو سکتا جب تک کہ قانون انبساط ضروری تبدیلیوں کے ذریعہ سے اُسکو ٹھیک ٹھیک موقعہ کے موافق نہ بنالے۔ خیال توحید یعنے اتحاد کے ساتھ ہی اعتدال کا قیاس بندھا ہوا ہے اور علیٰ ہذا القیاس اتفاق کا۔ جس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ایک انسان خواہ بصورت آگاہی خواہ بحالت بیخبری کارروائی عالم کے کسی خاص مقصد کے پورا کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اسلئے ہر کسی کو اپنا آپ ہی سمجھنا چاہیے یعنے دوئی کا خیال بالکل اُٹھا دینا چاہیے۔ حیات انسان کی نصف سے زیادہ ہمت اپنے تئیں اسبات کے سمجھانیکی کوشش میں صرف ہوتی ہے کہ مجھ میں اور دوسروں میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے اور باقی قصداً ایسے افعال کرنے میں صرف ہوتی ہے کہ جو اُسکی خاصیت اصلی سے مخالف ہیں۔

جو انسان اپنے آپ میں سچا ہے اور اپنی طرف سے پورا پورا اُسکی کیطرف لگا رہے تو سمجھنا

ہی لیئے نہیں ہے - بلکہ ہر ایک انسان کو یہہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ خیال اور نیت بھی بہت سا فایدہ پہنچا سکتے ہیں - نیک نیتی ایسی شئی ہے کہ زندگی میں برابر اپنا لطف دکھاتی ہے - اور دنیا کو بھی فایدہ پہنچاتی ہے -

دنیا میں پرشار تھہ یعنے ہمت اور نیت بہت بڑی شئی ہے اسی سے ہی قومیں - فرقے - سلطنتیں اور قوتیں بنتی ہیں اس سے ہی قانون اور دستور اور طریقے قایم ہوتے ہیں زبردستی ظلم اور تعدی بھی اسی سے ہی ہوتے ہیں - اور غلامی اور محتاجی بھی اسی سے ہی پیدا ہوتی ہیں زندگی کے جھگڑے اور مصیبتیں - دانائی - مذہب اور جہالت - نیکی - بدی - خوشی مصیبت - اور ترقی اور تنزل اور امن اور آسایش - حاصل کلام ہر شئی کی بنیاد خواہش یعنی ارادے پر ہے - اسلیئے نیک نیتی ہی سب سے بڑا جوہر ہے اگر انسان کسیطرح دوسرونکی امداد کرنیکے قابل نہو تاہم امداد اور نیکی کرنیکی نیت تو اپنے دلمیں ضرور ہی پیدا کر سکتا ہے - جب اتحاد برادرانہ اور عام ہمدردی کی نیت دل میں پیدا ہو جائے تو نیک خیالات مجسم ہو کر اسکے گرد جم جاتے ہیں اور چونکہ خیالات کے مجسم شکل کا نام شئی ہے - خیالات ہی سے سب کچھہ ظہور میں آسکتا ہے - یہہ عالم ظہور سے پہلے خیال ہی تہا کون کہہ سکتا ہے کہ خیال کہاں تک پہنچے انسانکے نیک یا بد خیالات بہت کچھہ تاثیر رکھتے ہیں - نیک خیال قیود حصہ اور فاصلہ سے محدود نہیں ہے - موقعہ کا ایک لفظ اور نیک نیتیونکا ایک خیال اور ہمدردی کا جوش کیا کیا نتایج نہیں پیدا کر سکتے ہر ایک خیال شکل پکڑتا ہے اور خواہش اسمیں جان ڈالتی ہے اسیطرح انسان وقت سے پہلے گویا ایک جہان پیدا کر سکتا ہے - دنیا میں کونسی چیز اچھی اور راست ہے اسبات کے جاننے کے لیئے انسانکو بہت بڑے علمیت کی ضرورت نہیں - گو ہم بڑی عقل اور ہوشیاری دیکھکر حیران ہوتے ہیں تاہم اسمیں

سے مستنبط ہوتے ہیں۔ جب ان قوانین کے مطابق ترقی انسان پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفریقیں کچھ اصلیت نہیں رکھتی ہیں کیونکہ جب تک صورت اور افعال اور خاصیتوں کا اختلاف نظر آتا ہے ظاہر ہے کہ وجہ اسکی فقط محدودی قوت ادراک ہے۔ حیات واحد کے علیحدہ علیحدہ مختلف ظہوروں میں کوئی صورت کمال کی نظر نہیں آتی اور انہیں سے کسی ایک شئی کیطرف کوشش کرنے سے انسان کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ قوم انسان کی ترقی کے درجہ موجودہ میں البتہ وہ سب ہی تجربات حاصل کرنیکے ضروری وسائل ہیں اور ان وسائل سے ترقی ہو سکتی ہے۔ لیکن انتہا ر کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علیحدگی اور جدائی پیدا کرنے والے سبب جب پہر درستی پر آجا ئینگے تو نتیجہ وہی توحید اصلی ہوگا۔

جب اتحاد برادرانہ کا وسیع خیال مدنظر رکہا جائے تو ترقی قوم اور ہر فرد بشر کی آرزوئے ہمدردی کے افزونی کے باعث ہوجاتے ہیں ذاتی آرزوئیں یعنے خواہشات خودغرضی درجہ بدرجہ رفع ہوکر انسان کا ضمیر روشن زیادہ وسیع اور اعلیٰ اغراض کیطرف مائل ہوجاتا ہے اور دل وسیع ہوجاتا ہے اور ہمجنسونپر رحم اور ہمدردی کرنیکا خیال غالب ہوتا جاتا ہے اور انسان درجہ بدرجہ افضل بنتا جاتا ہے۔ جب تک انسان اپنے نفس پر غالب نہوجائے اور خودی کا خیال ترک نہ کردے تب تک جو اشخاص اسکی آسایش یا فائدہ سے قریبی تعلق نہ رکھتے ہوں اونپر ہمدردی کا اشتیاق پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن بہت سے لوگ جو دل سے مصیبت زدوںکو مدد دینا اور انسے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں انکے ہاتھ کرم یعنے اعمال کی رسیدوںسے ایسے بندے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ بالکل ناچار ہوتے ہیں اور انکو توڑکر اپنے دل کی آرزو پوری نہیں کرسکتے کیونکہ انکے لازمی فرائض اور ذمہ داریاں بھی انسے مشکل سے پوری ہوتی ہیں۔ ایسوںکے لئے تھیوصوفی یہ کہتی ہے کہ زندگی مطلقاً فسل کے

ہر پہلو پر اثر پذیر ہوتی ہے اور اُسی پر انسان کی ناکامیابیاں یعنے خطائیں اور اُسکی
ضروریاتیں اور ترقی اور آخرکار اُسکی آزادی یعنے نجات کے سبب بھی مبنی ہیں۔

جو کچھہ اب ہو چکا ہے اُسکا چارہ نہیں ہے۔ حالکی صورتیں اسیطرح رہینگی اور زمانہ کی آزمائش
اُنہیں سے معنی پذیر ہینگی تاہم مذہبی اور اخلاقی اور ملکی اتحاد ہماری سلامتی کے باعث ہیں اور جو کچھہ
بہتری اور اصلاح اصول عظیم اتحاد برادرانہ کے ذریعے سے ہم طریق زندگی میں پیدا کرنا چاہتے
ہیں گو اُسمیں کامیابی حاصل ہو ہم اُن اسباب کے نتائج سے نہیں بچ سکتے ہیں کہ جو پہلے پیدا
کر چکے ہیں جبکہ انسان اُس اٹل قانون سے ناواقف ہے کہ جسکے حلقہ میں وہ مجرم کیطرح
گرفتار ہے اور اُسی اٹل قانون کا علم جب راہ راست کے متلاشی کو اُس قید سے نکلنے کی
قوت اور قدرت عطا کرسکتا ہے تو جہالت اور ناواقفیت کیصورت میں اُن برائیوں
اور مصیبتوں سے آزادی حاصل کرنیکی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔

قانون کرم یعنے اعمال اور تناسخ کا علم جب توحید حیات کے متعلق کیا جاتا ہے تو انسانکو نہایت
اعلیٰ قسم کے اخلاق کے اصولوں کی پابندی سے عمل کرنیکی نیت حاصل ہوتی ہے۔ لارڈ
پامرسٹن لکھتے ہیں کہ علم گیان سے ایک ایسی قوت حاصل ہوتی ہے جو سب قوتوں پر فوقیت
رکھتی ہے۔ اور وہ قوت انسانکو اپنے آپ پر قادر بنانیکی ہے۔ علم یعنے گیان کے ذریعہ سے ہی
انسان اپنے جذبات پر غالب آتا ہے۔ اور اسی سے ہی اپنے افعال اور عادات کو درست
کرسکتا ہے۔ اور اپنی ہمت اور کوشش اپنے ملک کی بھلائی کے لئے استعمال میں لاسکتا ہے
علم یعنے گیان انسانکو یہہ بھی سکھلاتا ہے کہ سارا جہان ہی اُسکا ملک ہے اور جملہ قوم
انسان اُسکے ہموطن ہیں۔ تفریق قوم و ذات و مذہب تذکیر و تانیث کی تفرقات
اُس علم حقیقی کے زور سے بالکل جاتے رہتے ہیں کہ جو کرم یعنے اعمال اور تناسخ کے اصول

کسی جھیل یا تالاب میں ایک پتھر ڈالنے سے پانی کی لہریں حلقہ کی صورت بنکر ہر طرف کو پھیل جاتی ہیں۔ اسیطرح انسانکا ہر ایک فعل بیج کیطرح انسانکے دل کی زمین میں سرسبز ہوکر اپنے ہی جیسا پھل پیدا کرتا ہے۔

تھیوصوفی کا یہہ قول ہے کہ اُسکے اصول اخلاقی قانون قدرت پر مبنی ہیں اور ہر ایک حالت زندگی انسان اور ہر طبقہ حیثیت یعنے آگاہی پر موثر ہے۔

اسلیئے جملہ انسان کو اپنا بھائی سمجھنا یہہ ہی سب سے بڑا اخلاق اور انسانیت کا جوہر ہے اور اُسی کو حاصل کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے اور یہی ترقی پانے اور قوم انسانکو مستحکم کرنے کے قابل ہے۔

جملہ انسانکو ایک قیاس کرنے اور سمجھنے پر اصول اخلاق تھیوصوفی کا کلی انحصار ہے آفرینش کی تفریق قوم انسانکی صرف درجہ حیثیت کی ہے نہ کہ قسم یعنے جنس کی۔ اس بات کے بھی قایل ہیں کہ انسان کی اصلیت ایک ہے اور اُسی اصول پر زندگی کے جملہ طریق مبنی ہیں پس لازم ہوا کہ جو اصول حکمت یا اخلاق اس امر پر مبنی ہیں وہ جملہ عالم پر موثر ہو سکتے ہیں جبکہ اصلیت ایک ہی تو خاصیت اور ضرورتیں بھی سب کی ایک ہونی چاہیئے۔ لیکن پھر بھی ایسی کوئی شئی نظر نہیں آتی کہ جس سے یہہ ثابت ہو کہ جملہ قوم انسانکا ایک ہی مقصد ہے تاہم جملہ عالم کے اتحاد برادرانہ کا خیال انسان کے لیئے بالکل ناممکن نہیں ہے نہ یہہ خواہش ایسی ہے کہ جسکے پورا ہونیکے لیئے کچھہ بھی امید نہو سکے یہہ خیال اس بات کے مخالف نہیں ہے کہ موجودہ ترتیب و تفریق قومی اور مختلف فرقونپر علیحدہ علیحدہ حکمرانی جو کہ حیات سابقہ میں اصول اتحاد برادرانہ کے توڑنیکے نتیجے ہیں بہرصورت بھگتنے پڑینگے اور ٹل نہیں سکتے۔ بلکہ یہہ بات ایک ایسی راستی ہے کہ انسان کی خاصیت کے

کے لئے وقت موجودہ کو ہی کام میں لانا چاہئے اور آئندہ کی انتظاری میں موقعہ موجودہ کو رائیگاں نہیں کہونا چاہئیے۔

سادہ دلی سے بھی ایک قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسیطرح جہالت یعنے اگیان میں بھی ایک طرح کی خوشی ہوتی ہے۔ لیکن موسم بہار کی مہک اور دلربا ہوا کی بہار اور اُسکی فرحت موسم گرما کی تپش سے گم ہوجاتی ہے اور شدّت گرمی سے سب کیفیت اور سامان فرحت یہانتک دگرگون ہوجاتا ہے کہ طبعیت میں اضطرابی اور بیقراری پیدا ہوجاتی ہے اور پہر موسم سرما کی سردی سے وہ حالت بھی تبدیل ہوجاتی ہے۔ سادہ دلی اور جہالت یعنے اگیان گویا پارسائی اور علم یعنے گیان کی جڑیں ہیں کہ جو زمانہ آئندہ کی تاریکی اور خاموشی میں چھپے ہوئے ہیں۔

زمانہ کے موافق انسان کو سادہ دلی اور جہالت کی خوشیونکی طرف رغبت ہوتی ہی لیکن ترقی کا قانون عظیم ہمیشہ ہمکو اُس شئی کیطرف کھینچتا ہے کہ جو زیادہ قیام رکہتا ہے اور ہر وقت خواہش اُس چیز کے حاصل کرنیکی طرف رہتی ہے کہ جو صرف کرکے ہم اپنے لئے اپنی ملکیت بنانا چاہتے ہیں یعنے وہ صفائی اور راستی جو کئی جنموں کی محنت اور تکلیفات سے حاصل ہوتی ہیں۔

ہم اپنی زندگی اُس سرمایہ کے حاصل کرنیمیں صرف کرتے ہیں اور جہالت یعنے اگیان کی خوشیونکو حقیقت کی دائمی خوشی کے حاصل کرنیکے لئے ترک کردیتے ہیں۔

بنی انسان کی توحید قدرت میں ایک امر واقعی ہے اُسکو پیدا کرنیکی ضرورت نہیں ہے فقط اُسکے جاننے اور سمجھ لینے اور اُسکے بموجب عمل کرنیکی ضرورت ہی۔

تھیوصوفی یہہ بتلاتی ہے کہ انسانکا ہر ایک فعل عالم میں اُسیطرح اثر پذیر ہوتا ہی کہ جسطرح

کیطرح آنسو کے دریا میں غرق کرتے ہیں اس قسم کے رنج یا عیش کی گہرائی کا بیان تحریر
نہیں آسکتا وہی جانتا ہے کہ جسپر گذرتی ہے انسان کا دل بین کے باجے کیطرح ہے
اور اسمیں سے طرح طرح کی ترنگیں اٹھتی رہتے ہیں۔

دماغ برہنہ رگ کیطرح ہر وقت بیقرار پھڑکتا رہتا ہے اور دریا کی موج کیطرح کسی وقت بھی
اسمیں قرار نہیں پھر بھی ہم اپنے آپ میں ایسے ٹکے ٹکائے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا
اس دریا کے ایک قطرے کے برابر ہیں کہ جسکا فعل دائمی شور اٹھانا اور متحرک رہنا ہے اس
دریا حیات میں ایک قطرہ کیطرح ہم چھپے ہوئے ہیں کہ جسکا چڑھاؤ و تار گویا اسکا دم لینا اور نبض کی
حرکت ہے۔ ایسے موقعہ پر انسانکو توحید کا خیال آتا ہے۔ اور یہہ بات اسکے دل پر نقش
ہوجاتی ہے کہ میں عالم سے جدا نہیں سب کچھہ ایک ہی ہے۔ جب ایسا خیال پیدا ہوتا ہے تو
انسان یکبارگی چونک پڑتا ہے اور اپنے اعلی فرائض کے ادا کرنیکی طرف دوچند ہمت سے مستعد ہوجاتا ہے
سچ پوچھو تو اس دنیا میں خوشی انسان کے لئے ناپید ہے۔ جب جذبات یعنے خواہشات
نفسانی کے جوش اور رنج اور مصیبت کی آہ و زاری میں انسان مبتلا ہوتا ہے تو بہت
سے لوگ اپنی تسلی اسطرح کرتے ہیں کہ کیا عجب کہ یہہ دن گذر جائیں اور بخت یاوری
کرے اور خوشی پہر ہو نہہ دکھلائی اور یہہ بھی ممکن ہے کہ یہہ دل جسکو اپنا وقت بیجا طور پر ضایع
کرنیکے علاوہ اور کچھہ بھی یاد نہیں آتا ہے۔ ان تکلیفات کو بہول جائے اور کوئی ایسا بھی دن آوے
کہ یہہ دنیا جواب سراسر رنج و تکلیف کی جگہہ معلوم دیتی ہے، اور صورت پکڑی لیکن واضح ہو کہ
خوشی امکان سے حاصل نہیں ہوتی یعنے اپنے آپ سے نصیب نہیں ہوتی۔ وہ ہمت اور
قوت سے حاصل کرنی پڑتی ہے۔ فقط امید سے نہیں ملتی بلکہ امید کو ہمت سے پورا کرنے
سے حاصل ہوتی ہے اور ہمکو آج کے دن جو جو امیدیں اور ممکنات نظر آتے ہیں انکو حاصل کرنے

خودی کی یعنے انانیت سے بچتا ہے۔ علم طبعی نے مدت سے یہہ راے قایم کی ہے کہ کسی جسم یا وجود کا ہر ایک ذرہ براہ راست ایک دوسرے پر تعلق اور تاثیر رکہتا ہے چنانچہ جو کیفیت ہر ایک ذرہ میں قیاس کیجاتی ہے وہی کیفیت اُسکے اجسام مرکب میں بھی پائی جاتی ہے۔ انسان ایک مخلوق مرکب ہے اور اس دنیا میں اُسکا قیام وقت اور جگہہ کی پابندیوں سے محدود ہے اور تصوف کا یہہ اصول کہ جملہ قوم انسان کا تعلق باہمی ہے اسبات سے ظاہر ہے کہ ہر ایک جسم مادی کا جز ایک دوسرے سے کے ذرونکے تعلق باہمی پر ہے جو تعلق انسان کو عالم سے ہے اُسکا ذکر پہلے ہو چکا۔ اب خصوصاً اسبات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جسپر اعلیٰ ترین آئین اخلاق مبنی ہے اور یہہ کہ ہر ایک انسان دوسرے سے کسطرح تعلق رکہتا ہے۔

کارکینو لکہتا ہے کہ جب عمر کی پختگی سے ہمارے دلوں کو حیات دنیاوی کے رنجوں کا تجربہ اور علم حاصل ہو جاتا ہے اور جب عیش و آسایش کی اُمیدیں جو ہماری زندگی کو گلزار کیطرح خوشنما بناتی ہیں۔ بازی اطفال کیطرح بے ثبات اور فسانہ وار نظر آنے لگتے ہیں۔ اور جب عالم کے بیحد پسارے کی اصلی حقیقت صورت ظاہری سے دگرگون نظر آنے لگتی ہے اور ظلمت کا پردہ ہماری آنکہوں پر سے اُٹھ جاتا ہے تب ہمکو خیال آتا ہے کہ ہم کیا ہیں اور کیا کچہہ بننے کی طاقت رکہتے ہیں اور ماضی اور مستقبل ہماری زندگی کے دو دن کیطرح اور ازل و ابد کے دو لمحوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

جس کسی نے اپنی عمر کہایا ہے اور دنیا کی تکلیفات اُٹھائی ہیں ضرور ہی جانتا ہوگا کہ مجموعہ زندگی میں ایسے موقعے بہت ہوتے ہیں کہ جسمیں دل پر بے اختیاری حرکت خوشی یا رنج سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اس موقعہ کا سمبہالنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور بجلی سے پہچے ہوئے بادل کیطرح ہم اپنے تئیں دریاے حیات کی موج سے علیحدہ کرکے خواب کی رونے

ہر ایک استعداد استعمال یعنے ابہیاس سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اُسمیں کچھہ نہ کچھہ عرصہ ضرور صرف ہوتا ہے۔ پس قوت آگاہی یعنے چیتن کو قانون قدرت کے علم کا کمال حاصل کرنیمیں بہت عرصہ کا تجربہ یعنے استعمال لازمی ہے۔ اور قانون اعمال یعنے کرم کی پابندیوں کے بموجب بار بار جنم لینے کا مقصد یہہ ہے کہ انسان لازمی قیود کرم چکر یعنے دوران اعمال کی قوانین سے درجہ بدرجہ واقف ہوکر صاف اور گیانی اور مضبوط ہوکر اُس سے آزادی حاصل کرکی خود ہی قانون بنجائے۔

جو کچھہ کہ بیان کیا گیا اُس سے ظاہر ہے کہ قانون کرم کی کارروائی انسان کو سمجھنے کے لئے نہایت ہی پیچیدہ ہے۔ اور ہر فرد بشر کے ذاتی کرموں کے نتایج کا سمجھنا بھی نہایت دشوار ہے۔

چنانچہ ایک قوم کے نتایج اعمال کا سمجھنا اُس سے زیادہ دشوار ہے۔

چونکہ اس چھوٹی سی کتاب میں اس وسیع مضمون کی بحث مفصل درج کرنیکی گنجایش نہیں اسلئے اس امر میں جو دقایق باریک تحقیقات اور دریافت طلب ہیں وہ ناظرین کی تحقیقات اور فہم پر چھوڑے جاتے ہیں۔

اخلاق

اصول اخلاق تھیوصوفی اسبات پر مبنی ہے کہ جملہ قوم انسان اصل میں ایک ہیں اور وہ اصول قانون ترقی عالمین کے متعلق ہیں۔

عالم میں تھیوصوفی کے نزدیک علیحدگی یعنے جدائی کا خیال اور قیاس ناممکن ہے اور نہ کوئی ایسا فعل ہے کہ جو صرف ایک ہی سے متعلق ہو اور نہ کوئی ایسا خیال ہے جسکی غرض صرف

یعنے اُن لذات اور خواہشات کے پورا کرنیکے لئے غلبہ سیلان طبیعت پیدا کرتے ہیں۔
چنانچہ انیک سی کی کتاب باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ وسے مصالحہ موجودہ سے اپنے لئے آلات
بناتے ہیں اور وقت مقررہ پر اُن شکلوں میں پیدا ہوتے ہیں کہ جو اُنہوں نے خود ہی بنائے
ہیں کیونکہ انسان دوسرے انسان کو حیات یعنے جان نہیں بخش سکتا۔ وہ فقط جان کے ظہور
کا سامان مہیا کر دیتا ہے اور انسان خود ہی اپنے جسم اور آلات کا سنگتراش یا مصور ہے
اور وہ خود اپنے تئیں حسین یا عاقل بناتا ہے یا ایسے آلات بناتا ہے کہ اُسکو تنزل کی حالت
میں پہنچاتے ہیں اور وہی انسان ناکمل ہے کیونکہ کاریگری میں کمال نہیں رکھتا ہے یعنے اُسکا
علم مکمل نہیں ہے۔

پس جبکہ یہ معلوم ہوا کہ انسان اپنی تقدیر کو آپ بناتا ہے اور ہر دم اپنے میں سے اُس
تقدیر کا دم کا مخفی طور پر بناتا ہے کہ جس سے اُسکی حیات آئندہ کا لباس درجہ بدرجہ بنتا
جاتا ہے اور انسان خود ہی اپنی حیات سابقہ کا بچہ اور حیات موجودہ کی بیوی اور حیات
آئندہ کا والد ہے۔ تو ظاہر ہے کہ قانون کرم نہ تو قضا و قدر ہے نہ بدلہ لینے والا نہ اتفاقی
امر نہ رعایت ہے بلکہ عین انصاف ہے اور اُسکے طریق کارروائی ہمیشہ اصلاح کنندہ غلطی
ہائے ہیں۔ اور اُسکا رخ ہمیشہ بے انتہا ترقی کیطرف ہے۔

چنانچہ ہر ایک حواس یا حرکت جو کام میں لائی جاتی ہے اور بڑھائی جاتی ہے اور ہر ایک اشتیاق
درجہ اعلیٰ اور ہر ایک نیکی اور ہر ایک کامیابی جو کہ انسان کو حاصل ہوتی ہے آئندہ کی ترقی
کا موقعہ دیتی ہے۔ اور اُسکی طاقت روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور وہ زیادہ تر خدمت کے قابل
بنتا جاتا ہے اور اُسکی ذمہ واریاں بھی زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔ چنانچہ طریق تھیوفی کے چلنے
والے گویا اپنی ذمہ وار ہونیکے بڑھانے کے ہی اُمیدوار ہیں۔

کیطرف پہنچکر آنیکا ذکر کسیقدر تناسخ کے باب میں ہوچکا ہے لیکن ہمجنسی اور ہموافقت خاص کا قانون قطعی اور لازمی نہیں ہے۔

قانون ترقی متقاضی اس امر کا ہے کہ جملہ توعم جس حد کے دوران ترقی میں پہنچی ہوں بقید ان حدود کے انانیت روحانی کو جسقدر زیادہ موقعات حاصل کرنے تجربات مختلف کے دئے جاسکتے ہوں پہنچائے۔

جس خرقہ جسمانی میں انانیت روحانی کو داخل ہونا پڑتا ہے اسکی کیفیت براہ راست انانیت کی خود قایم کردہ ہوتی ہے۔

علم باطن سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عناصر خواہشات جو حیات سابقہ میں ضمیر ادنی کے مادہ کی صحبت سے پیدا ہوئے ہیں۔ خرقہ جسمانی اُس مادہ سے طیار کرتے ہیں کہ جو والدین کے جسم سے بہم پہنچتا ہے۔

یہہ عناصر شخصیت جدید کے خیالات خود غرضی عقل حیوانی و خواہشات نفسانی وغیرہ کے تخم کیطرح انسان میں داخل ہوتے ہیں اور جب پران یعنے باد حیات کے دوران میں روک پیدا کرتے ہیں تو جسم میں اضطرابی اور بیماریں پیدا ہوتی ہیں۔ جب کسی آلہ میں مقدار پران یعنے باد حیات کی کچھہ کمی بیشی ہوتی ہے تو ورم سوزش اور دیگر نقص ہائے آلات میں اور انکے حرکات و افعال میں پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ نقص دیگر آلات پر بھی موثر ہوتے ہیں۔ جسم انسان کا ہر ایک آلہ کسی نہ کسی خاص رغبت روح حیوانی کا کہ جسکو کام روپ کہتے ہیں مرکز ہے اور اُس رغبت کا ظہور کسی علیحدہ قوت حرکت سے ہوتا ہے۔ اور دماغ کا ہر ایک مرکز دل یعنے ضمیر کے علیحدہ علیحدہ ترنگوں کا منبع ہے۔ چنانچہ جو ہوس ہائے حیات سابقہ کے مغلوب نہیں کی گئی ہوں جسم جدید میں بطور جذبات اشتیاق تکمیل

یعنے اُن لذات اور خواہشات کے پورا کرنیکے لئے غلبہ میلان طبیعت پیدا کرتے ہیں۔
چنانچہ اینیک کی کتاب باب ۱۲ میں لکھا ہے کہ وسے مصالحہ موجودہ سے اپنے لئے آلات
بناتے ہیں اور وقت مقررہ پر اُن شکلو نہیں پیدا ہوتے ہیں کہ جو انہوں نے خود ہی بنائے
ہیں کیونکہ انسان دوسرے انسان کو حیات یعنے جان نہیں بخش سکتا۔ وہ فقط جان کے ظہور
کا سامان مہیا کر دیتا ہے اور انسان خود ہی اپنے جسم اور آلات کا سنگتراش یا مصور ہے
اور وہ خود اپنے تئیں حسین یا عاقل بناتا ہے یا ایسے آلات بناتا ہے کہ اُسکو تنزل کی حالت
میں پہنچاتے ہیں اور وہی انسان ناکمل ہے کیونکہ کاریگری میں کمال نہیں رکھتا ہے یعنے اُسکا
علم مکمل نہیں ہے۔

پس جبکہ یہہ معلوم ہوا کہ انسان اپنی تقدیر کو آپ بناتا ہے اور ہر دم اپنے میں سے اُس
تقدیر کا دم کا مخفی طور پر بناتا ہے کہ جس سے اُسکی حیات آئندہ کا لباس درجہ بدرجہ بنتا
جاتا ہے اور انسان خود ہی اپنی حیات سابقہ کا بچہ اور حیات موجودہ کی بیٹی اور حیات
آئندہ کا والد ہے۔ تو ظاہر ہے کہ قانون کرم نہ تو قضا و قدر ہے نہ بدلہ لینے والا نہ اتفاقی
امر نہ رعایت ہے بلکہ عین انصاف ہے اور اُسکے طریق کارروائی ہمیشہ اصلاح کنندہ غلطی
ہاے ہیں۔ اور اُسکا رخ ہمیشہ بے انتہا ترقی کیطرف ہے۔

چنانچہ ہر ایک حواس یا حرکت جو کام میں لائی جاتی ہے اور بڑھائی جاتی ہے اور ہر ایک اشتیاق
درجہ اعلی اور ہر ایک نیکی اور ہر ایک کامیابی جو کہ انسان کو حاصل ہوتی ہے آئندہ کی ترقی
کا موقعہ دیتی ہے۔ اور اُسکی طاقت روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور وہ زیادہ تر خدمت کے قابل
بنتا جاتا ہے اور اُسکی ذمہ واریاں بھی زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔ چنانچہ طریق تصوفی کے چلنے
والے گویا اپنی ذمہ واری کے بڑھانے کے ہی اُمیدوار ہیں۔

کیطرف کہینچکر آنیکا ذکر جسقدر تناسخ کے باب میں ہوچکا ہے لیکن ہمجنسی اور موافقت خاص کا قانون قطعی اور لازمی نہیں ہے۔

قانون ترقی متقاضی اس امر کا ہے کہ جملہ توہم جس حد کے دوران ترقی میں پہنچی ہوں بقید اُن حدود کے انانیت روحانی کو جسقدر زیادہ موقعات حاصل کرنے تجربات مختلف کے دیے جاسکتے ہوں پہنچایا جاے۔

جس خرقہ جسمانی میں انانیت روحانی کو داخل ہونا پڑتا ہے اُسکی کیفیت براہ راست انانیت کی خود قایم کردہ ہوتی ہے۔

علم باطن سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عناصر خواہشات جو حیات سابقہ میں ضمیر ادنی کے مادہ کی صحبت سے پیدا ہوئے ہیں۔ خرقہ جسمانی اُس مادہ سے طیار کرتے ہیں کہ جو والدین کے جسم سے بہم پہنچتا ہے۔

یہہ عناصر شخصیت جدید کے خیالات خود غرضی عقل حیوانی و خواہشات نفسانی وغیرہ کے تخم کیطرح انسان میں داخل ہوتے ہیں اور جب پران یعنے باد حیات کے دوران میں روک پیدا کرتے ہیں تو جسم میں اضطرابی اور بیماریں پیدا ہوتی ہیں۔ جب کسی آلہ میں مقدار پران یعنے باد حیات کی کچھہ کمی بیشی ہوتی ہے تو ورم سوزش اور دیگر نقص ہائے آلات میں اور اسکے حرکات افعال میں پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ نقص دیگر آلات پر بھی موثر ہوتے ہیں جسم انسانکا ہر ایک آلہ کسی نہ کسی خاص رغبت روح حیوانی کا کہ جسکو کام روپ کہتے ہیں مرکز ہے اور اُس رغبت کا ظہور کسی علیحدہ قوت حرکت سے ہوتا ہے۔ اور دماغ کا ہر ایک مرکز دل یعنے ضمیر کے علیحدہ علیحدہ ترنگون کا منبع ہے۔ چنانچہ جو ہوس ہاے حیات سابقہ کے مغلوب نہیں کی گئی ہوں۔ جسم جدید میں بطور جذبات اشتیاق تکمیل

کا حصر طبقۂ روحانی پر ہے۔ اسلئے ہر دو عالم کے اسباب کی نتائج عالم اجسام میں ظہور پاتے ہیں۔ اسلئے قانون کرم یعنے اعمال کا فعل عالم باطنی اور عالم اجسام ہر دو نوں میں ہوتا ہے۔ اور عالم باطنی کا فعل ذاتی کرم یعنے اعمال سے تعلق رکھتا ہے۔ اور عالم اجسام کے افعال سے مجموعی کرم قومی کا تعلق ہوتا ہے۔

چنانچہ انسان ایسے اسباب جسمانی نیک و بد پیدا کر سکتا ہے کہ جو سلسلہ وار نتائج مجموعی عالم اجسام میں پیدا کرتے رہیں جب تک کہ دیگر اسباب اجسامی از قسم مخالف سے انکی روک یا تردید نہو۔ اوّل ہی اوّل کسی حرکت یا فعل کا جوش دلمیں بصورت خیال پیدا ہوا اور اسکے بعد وہ جوش عالم خواہشات میں پہنچا جس سے خواہش پیدا ہوئی اور وہانسے پھر عالم نوری میں پہنچا جہاں اسنے صورت نہانی پکڑی اور آخر کار عالم اجسام میں مجسم ہوکر اپنے خاص کرم یعنے فعل کا نتیجہ پیدا کیا۔ لیکن مجموعی نتائج جو اس فعل سے ہر طبقۂ نہانی میں پیدا ہوئے انکی تاثیرات نیک یا بد جملہ قوم انسان پر موثر ہوتی ہیں۔ (ممکن ہے کہ ابتدائی خیال نیک ہو لیکن آخری نتیجہ اسکا بوقت ظہور باعث بدی کا ہو۔) ایسی صورت میں اس شخص کو جو کہ اس حرکت کا مرکز ہے طبقۂ معنوی میں تاثیر نیک پہنچ سکتی ہے اور عالم اجسام میں تاثیر بد۔

اگر کوئی روک ٹوک نہو تو ہر ایک فعل کا عود اسکے ابتدائی جوش کے مطابق ہوتا ہے لیکن چونکہ مختلف اقسام کے افعال اور حرکات ہر طرف سے متواتر ہوتے رہتے ہیں۔ اسلئے یہہ بھی ممکن ہے کہ کوئی حرکت یا فعل عود کیوقت اپنی اصلیت سے بالکل تبدیل ہو جائے یا قطعی مسدود ہو جائے۔

دوسری دفعہ جسم اختیار کرنیکے وقت کسی خاص روح کا کسی خاص حالت یا موقعہ

عقاید تھیوصوفی کے موافق قانون کرم یعنے اعمال تناسخ سے ایسا تعلق باہمی رکھتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرکے بیان کرنا گویا محال ہے۔

ایک جنم کے نیک یا بد اعمال کے کل نتایج اُسی زندگی کے قلیل عرصہ اور محدود حالات میں پیدا نہیں ہو سکتی اور چونکہ غرض اصلی قانون کرم اور بار بار جنم لینے سے تجربہ حاصل کرکے ترقی کرنا ہے۔ اسلیئے لازم ہے کہ جو اسباب نیکی یا بدی جو انسان ایک جنم میں پیدا کرتا ہے اُنکے نتایج کا ظہور اُسی عالم میں یعنے عالم اجسام میں دوسری مرتبہ کی زندگی میں ہو ورنہ تجربہ حاصل کرکے ترقی کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔

اور چونکہ ہر ایک انسان کی ترقی جملہ انسانوں کے صحبت سے ہی ممکن ہے۔ اسلیئے جملہ انسانکی حالت گویا تجربہ کا مدرسہ ہے۔ اور آتم گیان یعنی اپنی ذات کا علم وہاں کا سبق۔ جوکہ موقعہ کے پسند کرنے میں انسان نہایت محدود خود مختاری رکھتا ہے۔ یعنے اُسکا اختیار بہت کم ہوتا ہے۔ اسلیئے ایک جنم میں انسان اپنے پچھلے جنمونکے اعمال کے ساری نتایج کا بھگتان نہیں کر سکتا۔

اور جب تک اعمال کے نتایج پورے نہ ہو جائیں دوبارہ جنم لینا امر مجبوری ہے۔ معنوی نیکی سے جسمانی گناہونکی اور جسمانی نیکیوںسے معنوی گناہونکی تردید نہیں ہوتی جو بدی عالم اجسام میں کیجاوے اُسکا دفعیہ اسی عالم میں ہو سکتا ہے۔ اور وہ دفعیہ اسباب نیک کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے۔

چونکہ کرم یعنے اعمال کا فعل ہر ایک عالم میں موافق اُس عالم کے ہوتا ہے۔ اسلیئے معنوی اسباب سے نتایج معنوی ظہور میں آتے ہیں اور افعال باطنی سے نتایج باطنی۔ اور چونکہ عالم اجسام کا حصر طبقۂ نوری پر ہے اور اُسی سے پیدا ہوتا ہے اور طبقۂ نوری

ہیں نیکی کر نیکی خواہش ہی آخر کار عظمت بخشتی ہے۔

تین لوک اور برہم سے پارا	ست لوک ہے سب سے نیارا
واں جھوٹ بھلائی نہیں اور پسارا	وہیں سدا ہے آنند بستارا
جو تیرے من ہو وا نکی پریتی	بر تو بھائی اُسکی ریتی۔

ہر ایک رنج اور تکلیف قدرت کے کسی نہ کسی قانون کے توڑنے کا نتیجہ ہے چنانچہ تکلیفات سے بچنے کے لئے قانون قدرت کے ہر پہلو سے واقف ہونا اور انکی موافق عمل کرنا ضرور ہے۔ رنج اور تکالیف سب ناواقفیت یعنے جہالت کے نتیجے ہیں۔ اسلئے فقط نیکی سے ہم تکالیف سے نہیں چھوٹ سکتے۔ البتہ اُس سے تکلیف کیحالت میں صبر اور توکل حاصل ہو سکتا ہے۔

اگر انسان ایسی ترقی حاصل کرنی چاہے کہ بنی آدم کی بھلائی اور ترقی میں قانون قدرت کے موافق مدد اور دستگیری کر نیکی قدرت حاصل ہو جائے تو علاوہ نیکی کے اُسپر یہ بھی لازم ہے کہ قانون قدرت کا اور نیز اپنا علم یعنے بھید حاصل کرے۔

پارسائی اور نیک نیتی سے رہنے اور خود غرضیوں سے پاک رہنے سے ترقی کا موقعہ حاصل ہو سکتا ہے اور علم یعنے گیان سے اُس موقعہ کا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

نیکی کے لئے علم یعنے گیان کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ جہالت کی نیکی سے نیکی برباد اور گناہ لازم ہوتا ہے اور وہی نیکیں انسان کو بار بار اس دنیا میں لانے کا باعث بنجاتی ہیں۔

ہیں اگر انسان اپنے آپ سے بچ سکتا تو اپنے بُرے خیالات اور بدافعالونکے نتیجونسے بھی بچ جاتا۔ سبب نتیجہ پیدا کرنیکے بعد معدوم نہیں ہوجاتا۔ چنانچہ انانیت روحانی سبب ہے اور انسان چاہے کہیں بھاگ جائے اپنی انانیت روحانی کو معدوم نہیں کرسکتا انانیت روحانی گو معدوم نہیں ہوسکتی۔ لیکن اسمیں تبدیلی ہوسکتی ہے بدی کے سبب نیکی کے اسباب بن سکتے ہیں کیونکہ وہ سبب صرف قوتیں ہیں وہ فقط نیت سے اور اُس نیت سے فعل کرنیکے ذریعہ سے نیک یا بد ہوجاتے ہیں۔ جب تک روحِ انسانمیں خودی یعنے انانیت قایم رہتی ہے تب تک خودکشی کے اقدام سے مصیبتونسے نہیں چھوٹ سکتا۔ لذات نفسانی کے پورا کرنے سے خوشی دایمی حاصل نہیں ہوتی نہ زندگی کے کسی خاص واقعات میں کوئی خوشی ہے۔ بلکہ خوشی اُسکو حاصل ہوتی ہے کہ جو اپنی خودغرضی کو ترک کرکے جملہ بنی انسانکے ساتھہ نیک سلوک کرنیمیں ہر وقت مصروف رہے اور اُس میں حتی الامکان کوشش کرے۔ اور کسی کو اپنے آپ سے جدا نہ سمجھے اور دنیا کے ہر ایک امر کو بروئے اخلاق اور عقل نظر نیک سے دیکھے۔ کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو عالم ہم سے جُدا نہیں ہے۔ اور خوشی یا رنج بذاتِ خود کچھہ اصلیت نہیں رکھتے ہم ہی اپنے خیالات کے موافق کسی ایک امر کو باعث خوشی یا رنج سمجھہ لیتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس نیکی اور بدی بھی کچھہ اصلیت نہیں رکھتے فقط اپنے خیالات کے موافق کوئی امر نیک یا بد معلوم ہوتا ہے۔ نیکی سے مراد وہ امر ہے کہ جس سے امن پیدا ہو امن سے اتفاق پیدا ہوتا ہے اور وہ پایدار رہے۔ بدی سے وہ فعل مراد ہے کہ جس سے امن میں خلل پڑے اور نفاق پیدا ہو۔ اور نفاق جدائی اور خودغرضی سے پیدا ہوتا ہے اور اُس سے تباہی ہوتی ہے۔ غرض زندگی ایک ہے۔ اور نیکی یا بدی فقط اُسکی حالتیں

سمجھنے کے لیئے جو مراد لفظ نتیجہ سے ہے اُسکی تشریح ضروری ہے۔ فرض کیجئے کہ کوئی لڑکا بچپن سے ہی ایسی بد عادات اور اطوار دکھلاتا ہے کہ جن سے عمر سنبھالنے پر وہ ایک قاتل بننے والا نظر آتا ہو بموجب قانون کرم کے اُن عادات کو حیات سابقہ کے عادات کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔ جو فعل عمداً کیا جاتا ہے اُسکی عادت پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ وہی فعل دوبارہ کرنیکی طرف میلان ہوتا ہے۔ اور جب کوئی کام دلکے خاص ارادے کی حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو وہ خود بخود ہی ہونے لگتا ہے اور وہ عادت بنکر گویا عقل حیوانی سے چسپیدہ ہو جاتی ہے اگر اس قسم کی بدی کے سبب ہونے جو کہ اُسکی ذات میں سرایت کر گئے ہوں وہ شخص ارتکاب قتل کرے اور پھانسی دیا جائے تو پھانسی کا پانا بلحاظ قانون کرم کے اُس کرم کا عین نتیجہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ وہ سزا اُسکو اس ملک کی قانون فوجداری رائج الوقت سے ملی۔ بہت سے قتل ہر روز ایسے دیکھنے میں آتے ہیں کہ جنکے عوض ملزم کو پھانسی کی سزا نہیں ملتی۔ پس قتل کے فعل کا نتیجہ بروے قانون کرم پھانسی کا ہی ہونا لازمی نہیں ہے کرم کوئی ایسا بدلہ لینے والا نہیں ہے کہ جو گناہ کرنیوالے کے ساتھ ساتھ لگا پھرتا ہو وہ فقط ایک وسیع اٹل انصاف کا قانون ہے کہ جو اپنا عمل عالم اجسام اور عالم طبعی ہر ایک میں برابر کرتا ہے اور اُسمیں بھی فعل اور نیت کا لحاظ برابر پایا جاتا ہے۔ نیکی اور بدی کے سبب انسانکے اندر ہی موجود ہیں باہر سے نہیں آتے وہ اُسکے اندر سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور جس عالم میں وہ رہتا ہے اور جسکا وہ جزو ہے اُسکے طبقات باطنی اور طبعی اور اجسامی میں اُنکے نتایج پیدا ہوتے ہیں ہر ایک فعل گویا زندگی کا ایک بچہ ہے۔ اور نیت اُسکی روح ہے ہمارے خیالات گویا مخلوق ہیں اور جب اُنکا ظہور فعل کی صورت میں ہوتا ہے تو گویا وہ مجسم ہو جاتے

اور جس سے ہر ایک سبب کا تعلق نتیجہ کے ساتھہ براہ راست گو دیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ تھیوصوفی میں کرم کہلاتا ہے۔ عالم کے جملہ قوانین اور نیز آفرینش یعنے جملہ اقسام کی زندگی کا قانون اسی پر مبنی ہے۔ جب قدرت ہمواری یعنے اعتدال پیدا کرنیکے کوشش کرتی ہے تو کسی حرکت کا ظہور اور اُسکا لوٹاؤ ہوتا ہے اگر ہر ایک خیال اور اور افعال متواتر زندگی میں جوش یعنے حرکت نہ پیدا کریں اور وہ قوتیں جو جملہ عالم کی ہر ایک نقطہ پر کام کر رہی ہیں اپنا اثر زندگی کی دہار پر نہ ڈالیں تو آفرینش کا سب کام بند ہو جاوے جسطرح کسی گھڑی میں سے حرکت پہنچانیوالی کمانی کے نکال لینے سے اُسکے پنڈولم کی حرکت بند ہو جاتی ہے اُسیطرح تمام عالم حالت سکوت میں آجاوے۔

میزان اسباب جس سے دنیا میں نیکی یا بدی پیدا ہوتی ہے وہ یہہ ہے کہ جس کو کسی خاص وقت میں اُسکی طبعی یا جسمانی حالت قرار دیجاتی ہے۔ تاہم کرم نہ تو سبب اور نہ نتیجہ ہے بلکہ دونوں کے مجموعہ کا نام کرم ہے۔ کیونکہ کرم سے مراد وہ قانون ہے کہ جس کی رو سے کسی سبب کا تعلق اُسکے نتیجہ سے ہوتا ہے۔ قدرت میں جو پیدائش کرنیکا زور یعنے جوش لگاتار بنا رہتا ہے اُسی سے حالت ہمواری یعنے اعتدال قایم ہوتا ہے اور اُسی سے آزادی حاصل ہوتی ہے چنانچہ کرم سے یہی مراد ہے اور اُسی کو جھکاؤ یا میلان یا مجبوری کہہ سکتے ہیں ہر ایک انسان اور جملہ بنی انسان کی زندگی کے ہر ایک معاملہ میں کامل انصاف اسی اٹل قانون سے ہوتا ہے اسکی اصلیت کی بابت کچھہ معلوم نہیں ہو سکتا لیکن اُسکی کارروائی کیصورت نتیجوں سے معلوم کر سکتے ہیں علم طبعی میں قانون چسپیدگی کشش وغیرہ چند واقعات ظاہرہ کے دیکھنے سے قایم کئے گئے ہیں اور جس قانون کو جس نام سے پوکارا جاتا ہے وہ سب صرف نتیجہ ہے اُسکا سبب نہیں البتہ کرم یعنے اعمال کے قانون کے

تناسخ کے بارہ میں حیات سابقہ کا یاد نرہنا بہت ہی کمزور اعتراض ہے۔ کیا اس حیات
میں جو واقعات گذرتے ہیں وہ سب کو یاد رہتے ہیں بلکہ جس واقعہ کو چند سال گزر
گئے ہوں وہ بھی سب کو یاد نہیں رہ سکتے۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ پہلے ہی پہل اسکو
کونسا تجربہ ہوا کہ جس سے اُسنے یہہ معلوم کیا کہ آگ سے ہاتھ جل جاتا ہے۔ جو علم
انسانکو واقعات کے تجربہ سے ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے قائم رہجاتا ہے۔ اور وہ علم درجہ بدرجہ
اُسکی ذات میں امتزاج پکڑتا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر روز کے تجربہ سے انسان روز بروز دانا بنتا جاتا
ہے۔ لیکن وہ واقعات قائم نہیں رہتے۔ اور یادداشت بیداری سے منہدم ہوتے جاتے
ہیں اور بطور نقش کے طبقہ نورانی میں جمتے جاتے ہیں اور پھر موت کے وقت یاد آجاتے
ہیں۔ اور بہت سی دلائل اس بارہ میں دیجا سکتی ہیں لیکن اگر اُن سب کو بیان کیا جاوے
تو اسی بات کے واسطے ایک دفتر چاہئے۔ جن جن حکماء اور علماء نے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے
اُن سب کا حوالہ دینا فقط اس مسئلہ کی تائید کر سکتا ہے تاہم ماننا یا نہ ماننا اُسپر موقوف
نہیں ہے۔ جس کسیکو اس امر میں زیادہ تحقیقات کا شوق ہو وہ مسٹر اِی ڈی واکر صاحب
کی مصنفہ کتاب تناسخ و تحقیقات راستی ہائے فراموش شدہ میں دیکھہ لیویں جسمیں مفصل
حوالہ جات درج ہیں۔

باب پنجم

کرم یعنے اعمال

وہ اصلاح کا قانون جس سے عین انصاف کے موافق ہر ایک عمل کی جزا یا سزا ملتی ہے

اس موقعہ پر روح گویا خواب سے جاگ کر اپنے آلات کو سمبھالنے لگتی ہے اور حیات سابقہ کے جو جو ہوسیں باقی رہ گئی ہوں اُنپر درجہ بدرجہ زیادہ اختیار حاصل کرتی ہے۔ حیات سابقہ کی تاثیرات طبعی از قسم ادنی ہو اُسکا قالب جسمانی ترتیب پاتا ہے اور جسطرح کوئی اپنے جمع کئے ہوئے مصالحہ سے اپنے رہنے کے لئے مکان تیار کرتا ہے اُسیطرح روح نئے جسم میں داخل ہوکر رہتی ہے جسکا اکثر مصالحہ اُسی کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے حاصل کلام وہ انانیت روحانی وہی ہوتی ہے جو پہلے بھی خرقہ جسمانی میں رہ چکی ہو فقط اُسمیں اسی قدر تبدیلی یعنے ایزادی ہوتی ہے کہ جو حیات سابقہ کے تجربات سے اُسکی خاصیت میں امتزاج پا چکے ہوں۔

صرف یہہ امر کہ انانیت روحانی کو جسمانی حالات حیات سابقہ کے یاد نہیں رہتے مسئلہ تناسخ کی تردید نہیں کرسکتا۔ کیونکہ واقعات جسمانی کے نقش دماغ جسمانی پر منقش ہوتے ہیں اور انانیت روحانی میں اُن واقعات کے تجربات کا مخفی علم جمع ہوتا جاتا ہے۔ اور جب انانیت روحانی نیا جسم اختیار کرتی ہے۔ تو دماغ جسمانی سابقہ موجود نہیں ہوتا لیکن خاصیت ہائے طبعی جوکہ حیات سابقہ سی حاصل ہوئی ہو سا قایم رہتی ہیں۔ ایام طفلی میں ہی مختلف قسمونکی طبعیت اور رغبت وغیرہ سے نئے جسم میں اُنکا ظہور پایا جاتا ہے جنکی وجہ سی اکثر لوگوں میں خاص قسم کی عادتیں جو اوروں سے نرالی ہوتی ہیں پائی جاتی ہیں اسی وجہ سی کسی خاندان میں کہ جنکی تعلیم اور صحبت عنقریب ایک ہی سی ہوتی ہیں اُنمیں سے کسی ایک شخص کی عادات اور لیاقت خاص قسم کی ہوجاتی ہے۔ اگرچہ اکثر لوگوں کو اپنی حیات سابقہ کا کچھہ حال یاد نہیں رہتا۔ لیکن ایسے بھی لوگ بہت ہیں کہ جنکو مختصر طور پر یا کُلیتہً اپنی حیات سابقہ کے حالات یاد رہتے ہیں۔

کشش کھلاتی ہیں۔ قانون اعمال ذاتی قانون آفرینش عالم پر حاوی نہیں ہو سکتے۔
لکھتے ہیں کہ ہر ایک ظہور عالم کا درجہ بدرجہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔ اور چونکہ ظہور عالم کا ترقی
پذیر ہوتا ہے۔ اسلئے ظہور انانیت یعنے روح انسانی کے ظہور کا بھی درجہ بدرجہ ترقی پذیر ہونا
لازمی ہے۔ کیونکہ جو کچھہ عالم کبیر کے متعلق ہے۔ وہی جیو یعنے انانیت روحانی کی متعلق
جاننا چاہئے کیونکہ انسان کو عالم صغیر کہا گیا ہے۔ اور وہ عالم کبیر کا ایک جزو ہے۔ چنانچہ
بموجب قانون ظہور معیادی انانیت روحانی کو بپابندی قانون تعلق خاص حالات میں
اور خاص جسمانی اور طبعی حالتونکے حلقہ میں جسم اختیار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ قدرتی قوت کی دار
کا یہہ قانون ہے کہ وہ اسی طرف کو چلتی ہے کہ جدہر اسکے راستہ میں بہت ہی کم
روک ہو بلحاظ قوت طبعی اُس روح کو تعلق کہا جاتا ہے۔
ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روح انسانی جب عالم دیوکان یعنے سُرگ میں داخل ہوتی ہے
تو اُسکی صورت نفسانی یعنے کام روپ کا غلاف عالم نفسانیت یعنے کام لوک میں رہ
جاتا ہے۔ اور وہ جسم رفتہ رفتہ ضایع ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ عالم اجسام میں عاملان
علم سفلی کی کارروائیو نسے وہ تر و تازہ نہ رکھا جاوے۔ جب سب اجزائے عناصری
جن سے کہ وہ جسم مرکب ہے منتشر ہو کر عالم نوری میں غائب ہو جاتے ہیں تو وہ جسم
معدوم ہو جاتا ہے۔ اور حالت دیوکان کے اختتام پر جب انانیت روحانی پھر جاگتی
ہے تو انہی منتشر اجزاء عناصری کو اپنی طرف کھینچکر جمع کرتی ہے اور اُسی سے جسم ثانی کا جوہر
نفسانیت یعنے خواہشات کا طبقہ بنتا ہے۔ اور اس مرکب پر سوار ہو کر انانیت روحانی
اُس گرداب طبعی کی طرف رُخ کر کے اُسمیں داخل ہوتی ہے۔ کہ جو مواصلت زوجین
کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے اور تب جسم جدید اختیار کرتا ہے۔

جملہ قوم انسان کو درجہ کمال کو پہنچائے۔ اگر بعد موت کے متواتر چند حالتیں بھی ہوتی ہوں
تب بھی اپنی غرض پوری کر سکے۔ کیونکہ اُن حالتونمیں بھی حیات دنیاوی کیطرح غیر مکمل رہ
جانا ممکن ہے۔ اگر کسی انسان نے اپنے فانی جسمانی نفسانیت اور خواہش ہائے کو حیات
دنیاوی کے عرصہ میں مغلوب نہ کیا ہوا اور موت کے ذریعہ سے اُسکی خاصیت میں
کوئی تبدیلی نہ ہو سکتی ہو تو اُس عالم پاک میں رہنے کے قابلیت حیات دنیاوی کے
ختم ہونے سے ہی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ مزید براں اگر علم کی ترقی کا حصر باتونکے
سننے اور تواریخ کے پڑھنے پر ہی موقوف ہوتا اور اگر ہر ایک بچہ پہلے ہی پہل اس دنیا میں پیدا
ہوکر فقط اپنے والدین کے ہی علم کی پیروی کرتا اور کوئی مخفی لیاقت ذاتی اپنے ساتھ نہ لاتا
تو سوائے حصول علم و لیاقت پدری قوم انسان کچھہ ترقی نکر سکتی۔
تھیوصوفی کا یہہ قول ہے کہ من یعنے ضمیر جس سے مراد جیو یعنے انانیت روحانی ہے۔
باہم مخالف حالتونکے یعنے مادہ اور روح کے درمیان ہوکر اپنی آگاہی یعنے چیتن کا کمال
حاصل کرتا ہے ایک حالت منتشر اور دوسری منجمد ایک حالت لامحدود اور دوسری محدود
حاصل کلام ہر قسم کی حالتیں ضدین جنکی واقفیت فقط حیات دنیاوی میں ہی ہو سکتی ہے
انہیں سے ہر ایک میں ہوکر گذرنا پڑتا ہے۔ حیات دنیاوی میں جن جن حالتونمیں سے گذرنے
میں ترقی ذاتی حاصل ہوتی ہے وہ ہر ایک انانیت کے لئے اُسکے درجہ کے موافق علیحدہ
علیحدہ ہوتی ہیں اور اسی لئے حیات دنیاویکا ہونا لازمی ہے۔ کارروائی تناسخ میں دو بڑے بڑے
سبب اپنا فعل کرتے ہیں۔ ایک تو ضرورت جو کسی خاص قسم کی ہستی کے لئے لازمی ہے
اور دوسری خواہش کہ جو شخصیت یعنے انانیت سے پیدا ہوتی ہے وہ قوانین کہ جن سے ان
سببونکے نتیجے پیدا ہوتے ہیں اور جن میں وہ سبب بھی شامل ہیں کرم یعنے فعل اور تعلق یعنے

خود جسم سے علیحدہ قایم رہنے کے قابل ہے۔ اور یہہ امر علم باطن سے ثابت ہے۔ پس اگر وہ بعد جسم کے فنا ہونیکے قایم رہتی ہے تو جسم کی ہستی سے پہلے بھی ضرور ہستی رکھتی ہوگی اور جب ایسا مانا جاوے تو ہر ایک روح کا دو دفعہ یا ہزار ہا دفعہ جسم اختیار کرنا کیوں نا ممکن سمجھا جاوے بلالحاظ ثبوت تناسخ اگر اس مسئلہ کو فرضی طور پر بھی قایم کر کے دیکھا جاوے تو حیات دنیاوی میں مختلف حالتوں کی ایک معقول وجہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور قانون دان زمانہ اور محافظت قوت اور قوتوں کا تعلق باہمی ہر ایک قانون کے ساتھہ اُسکی عین مطابقت پائی جاتی ہے اور بہت سے ظاہری واقعات کے اسباب معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور باوجود اسکے اُس بے انتہا لامحدود نا قابل بیان جوہر کو کہ جسکو کوئی کرم اور کوئی خدا اور کوئی مالک کہتا ہے۔ عین بر انصاف مانا جا سکتا ہے۔

مرنے سے انسان کی اصلی خاصیت میں یا اُسکی ذاتی حاصل کی ہوئی لیاقت میں کچھہ کمی یا بیشی نہیں ہوتی۔ اگر کسی قسم کی تبدیلی اچانک واقعہ ہو تو اُسکی شخصیت کسطرح قایم رہ سکتی ہے اگر موت کے ہوتی ہی انسان نیک یا دانا بن جاتا تو سبھی انسان نیک اور دانا بن جاتے۔ پس ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ انانیت کسی خاص جسم میں موجود ہونے پر موقوف نہیں ہے بلکہ روح میں چند خاصیتوں کے مخفی طور پر جمع ہونے سے اصل انانیت بنتی ہے۔ علاوہ بریں اگر ایک جنم میں اُس جنم میں حاصل ہونیوالے پورے تجربات انسان حاصل نکرے تو پھر اُس حیات دنیاوی کو قطعی چھوڑ جانیکی کوئی پختہ دلیل معلوم نہیں ہوتی اور نیز یہہ بھی ظاہر ہے کہ مرنیکے بعد درجہ بدرجہ ترقی پانی سے اگر وہ ترقی کی حالتیں مادی ہوں اور نفسانیت کیطرف مایل کرتی ہوں تو قانون قدرت کی تکمیل نہیں ہو سکتی اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ قانون قدرت جسکا یہہ کام ہے کہ ہر شخص کو اور ہر شخص کے ذریعہ

فعلوں سے ترقی پکڑتی ہیں۔ پس اس صورت میں کسی خاص خاندان میں اچانک خاص لیاقتوں کے ظہور ہونیکا باعث والدین میں درجہ بدرجہ اس کیفیت کا جمع ہونا نہیں ہو سکتا جو لوگ اسبات کے قایل ہیں کہ خدا ہر دفعہ نئی نئی روحیں بناتا ہے۔ انکے عقیدہ میں دو بہت بڑے ظاہرا نقص پڑتے ہیں۔

اوّل۔ تو یہہ کہ خدا کے ذمہ بے انصافی کی تہمت لگانی پڑتی ہے۔ اور

دوئم۔ اسکو بے اطواری سے متہم کرنا پڑتا ہے۔

جب یہہ کہا جاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے اعمال پر تصفیہ اس امر کا موقوف ہے کہ یا تو تا ابد بہشت کی آسایش ملے یا بے انتہا جہنم کے عذاب میں تا ابد رہنا پڑے تو ایک بہت بڑا امر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جن حالات میں انسان پیدا ہوتا ہے انہی پر بہت سی باتوں کا انحصار ہوتا ہے۔ اگر ایسا مانا جاوے کہ خدا ہی ایک بچہ کو ایسی حالت میں پیدا کرتا ہے کہ جہاں پیدا ہوتے ہی جسمانی اور طبعی اور اخلاقی ہر ایک قسم کا سامان اور صحبت خراب ہوتی ہے اور دوسرے کو ایسی جگہ پیدا کرتا ہے کہ جہاں آسایش جسمانی اور عادات اور اطوار از قسم اعلیٰ کے سیکھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ خدا ایک کو آسانی سے بہشت میں پہنچنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اور دوسرے کو یا تو بالکل محروم رکھتا ہے یا بہت کم موقعہ دیتا ہے پس انصاف کہاں رہا۔

دوسرے جو کہ خدا زناہ کو گناہ قرار دیتا ہے تو پھر اس زناہ سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے خدا انکو روح کیوں بخشتا ہے۔ کیا خدا بھی گناہ کے کاموں میں شریک ہو جاتا ہے۔

اب تھیوصوفی کا مقولہ بیان کیا جاتا ہے۔

یہہ بحث کیجاتی ہے۔ کہ روح جسم نہیں ہے اور نہ وہ ترکیب مادی کا نتیجہ ہے۔ بلکہ بذات

کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ اگر روح صرف ترکیب مادی کا نتیجہ ہے تو بعد فنا ہونے جسم کے اُسکی ہستی قائم نہیں رہ سکتی اور قدرت کا تمام زور جو اُس کیفیت کے پیدا کرنے میں صرف ہوا ہو وہ بالکل رائیگان جاتا ہے الا اُس صورت میں کہ پیدائش کے ذریعہ سے اُسکو دوسری ترکیب عناصری میں پہنچایا جاوے۔ لیکن اُسمیں بھی ایک وقت یہہ پیش آتی ہے کہ قانونِ مقدار میں فرق آتا ہے۔ فرض کرو کہ کسی نسل کے نر و مادہ کی قوت مجموعی کہ جسکے ذریعہ سے آفریدگی ہوئی ۶ اور ۴ ہے۔ تو انکی اولاد میں ۵ سے زیادہ قوت کا ظہور ہونیکا کیا باعث ہے؟

اسکا جواب وہی دیسکتے ہیں کہ جو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ روح ترکیب مادی کا نتیجہ ہے۔ قانون مقدار کے متعلق اعتراضات ذیل کی بابت بھی وہ کچھہ جواب نہیں دیتے۔

اوّل۔ ایک سلسلہ خاندان میں نئی خاصیتوں کا ظاہر ہونا۔

دوئم۔ تعلیم یافتہ اور سالم العقل والدین سے فاطر العقل اولاد کا پیدا ہونا۔

سوئم۔ بہت معمولی اور کم عقل اور کم علمیت والے والدین سے نہایت ذہین اور روشن ضمیر اولاد کا پیدا ہونا۔

اعتراض سوئم کی نسبت اکثر یہہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ والدین میں وہ خاصیت درجہ بدرجہ جمع ہوکر اولاد میں وہ لیاقت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس جواب سے یہہ بھی ماننا پڑیگا کہ جب کسی خاندان میں اچانک ایسی اولاد پیدا ہو تو ضرور کوئی نہ کوئی شئی ایسی ہے کہ جو مخفی طور پر جمع ہوتی رہی ہو اور پھر اس بات کا کچھہ جواب نہیں دیا جاتا کہ اُس خاصیت کا ظہور اتنے عرصہ تک کیوں دبا رہا اگر انکی یہہ رائے درست ہو تا ہم خواص طبعی صرف فعل جسمانی سے ترقی پاتے ہیں۔ اور خاص خاص خاصیتیں خاص خاص

حالت دیباچن میں داخل ہوتے وقت اور اس سے نکلکر دوسری حالت میں پہنچنے سے پہلے روح بیہوش ہوجاتی ہے۔ جسطرح ہر ایک فعل کے بعد اُسکی بازگشت اور بیداری کے بعد خواب اور خواب کے بعد پہر بیداری ہوتی ہے۔ اسیطرح حیات دنیاوی کی بیداری کے بعد حالت دیباچن کا خواب اور اُسکے بعد دوسرے جنم یعنی حیات دنیاوی کی بیداری حاصل ہوتی ہے وہ عرصہ عارضی بیہوشی کا گویا دو مختلف حالتونکے درمیان ایک نفی کا نقطہ ہے۔

دوبارہ جنم لینا یعنی تناسخ کا ذکر

یہہ اصول تہیوصوفی کے سب سے بڑے اصولوںمیں سے ہے۔ اور اسی لئے یہہ زیادہ غور طلب ہے۔ اس اصول کی راستی کا ثبوت تائید باطنی سے ہوسکتا ہے۔ اور اس علم کی تصدیق تواریخ اور دیگر وسائل تحقیقات سے ممکن ہے علاوہ بریں جو انسان کی روح کا وجود وجود جسمانی سے جدا مانتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ دنیا میں ہرشی اپنی اصلیت کیطرف ترقی کرنا چاہتی ہے اُنکے لئے یہہ مسئلہ بروئے دلائل لازمی ہے تناسخ کے مسئلہ کا حصر روح کی اصلیت اور حقیقت کے سمجھنے پر ہے۔

جو لوگ صرف مادہ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ مادونکی ایک مجموعی کیفیت کا نام روح ہے۔ اور بعض یہہ مانتے ہیں کہ ہر ایک بچہ کے لئے ایک نئی روح بنائی جاتی ہے۔ اور تہیوصوفی والے اور نیز اور اور بہت سے عقائد کے لوگ روح کو قدیم اور لافانی مانتے ہیں انمیں سے جو فقط مادہ کے قائل ہیں اُنکی رائے کے بموجب گویا قدرت مادہ میں بلا مطلب خاص آگاہی یا انانیت کی خاصیت اور کیفیت پیدا کردیتی ہے جسکا

اور زندہ ہے گویا موت اُسکو ہوئی ہی نہیں۔ اور وہ بعینہٖ اپنے عزیز و خویش و اقربا میں موجود ہے۔ اور اُسکی خوشی عین خالص اور ہر قسم کے رنج کے آلائش سے بالکل پاک ہوتی ہے اسپرچولسٹ یہہ کہتے ہیں کہ روح کو موت کے بعد بھی دنیاوی رنجوں سے چھٹکارا نہیں ہوتا چنانچہ اُس عورت کو جو کہ اپنی حیات میں اپنے خاوند کی ذرہ تکلیف بھی نہیں دیکھ سکتی تھی اور جہاں کہیں اُسکا پسینہ گرتا تھا وہاں اپنا خون بہاکر اُسکی تکلیف رفع کرنی چاہتی تھی۔ اب اپنی حالت مجبوری میں بالکل ناچار اور ناامیدی کی حالت میں جو رنج و الم اُسکی موت سے اُسکے خاوند پر عائد ہوا ہے اسکو دیکھتی ہے اور اُسکی کچھ پیش نہیں جاتی اور خصوصاً جب اپنے عزیز شوہر کو ایک دوسری بیوی کے ہم نشین اور اپنی محبت کی شریک دیکھتی ہے۔ تو بتلایئے اُسکی حالت پر کیا کیا گذرتا ہوگا اور جب اپنے یتیم بچوں کو اُس عورت کو ماں کے نام سے پکارتے دیکھتی ہے اور وہ عورت بچوں کو محبت کی نظر سے نہیں دیکھتی تو بتلایئے اُسکو کیسا رنج ہوتا ہے۔ عالمان علم سفلی کی رائے ہیں گویا موت کی بعد کی حالت زندگی کی مصیبتوں سے زیادہ تر رنج اور تکلیف کی حالت ہوئی۔ تھیوصوفی کا قول ہے کہ دو جنموں کے درمیان کا جو عرصہ دیباچین خوشی کا ہوتا ہے اسمیں گویا ہر ایک عمدہ اور نیک خیالات اور آرزوہائے حیات سابقہ کی صورت ہائے مجسم انانیت روحانی کے روبرو موجود رہتی ہیں۔ اور جو کچھ آرزوہائے اُسکی باقی رہ جاتی ہیں وہ سب اُسی حالت میں پوری ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں یعنی جو سبب ہائے روحانی حیات سابقہ کی حالت میں پیدا کئے گئے ہوں اُنکے نتیجے حالت دیباچین میں کھلتے ہیں۔ اور جب انانیت روحانی اُنکو بھوگ لیتی ہے یعنے اُنکا لطف اُٹھا چکتی ہے۔ تو تب اُسکو پھر دوبارہ دنیا میں جنم لینا پڑتا ہے

معلوم نہیں ہو سکتی - دیباچن میں قیام مطابق جوش اُن خواہشات کے ہوتا ہے کہ جو حیات
دنیاوی میں پیدا ہو کر پورے نہ ہوئے ہوں جنکی خواہشات عالم مادی کی زیادہ غالب
ہوتی ہیں وہ کشش اُنکو دوبارہ بہت جلد خرقہ جسمانی میں کہینچ لاتی ہے -

جسطرح خواب حسی میں خواب کی حالت کی آگاہی یعنے خواب کی چین میں حالت بیداری
کی بیرونی آگاہی قایم نہیں رہتی - اُسیطرح حالت دیباچن میں حیات دنیاوی کی آگاہی
قایم نہیں رہتی - لیکن جو شخص دنیا میں زندہ ہیں اور اُنکی حالت روح دیباچن کی ساتھ
مطابق ہونے کی وجہ سے اُس سے انکا تعلق پیدا ہو گیا ہو روح دیباچنی اُنکے جوہرہاے
اندرونی سے ایک مخفی رابطہ قایم رکہتی ہے - جو کہ سویڈن برگ اور دیگر حکما یہہ کہتے ہیں
کہ بہشت میں تبدیلی مقام سے مراد فقط تبدیلی حالت ہے - وہ بات اسی امر پر مبنی
ہے - اس امر میں کلید تہیوصوفی میں ایک بہت معقول تمثیل درج ہے اُسمیں
لکہا ہے کہ جب کوئی عورت اپنے نہایت عزیز یتیم بچونکو اور خاوند کو چہوڑکر مرجاتی
ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اُسکی روح یعنے انانیت جو حالت دیباچن میں اپنی شخصیت
کے عمدہ عمدہ خیالات سے پُر ہوتی ہے - مثلاً بچونکی محبت اور تکلیف پانیوالونکے اوپر ترحم
وغیرہ کے خیالات اُس حالت میں تکلیف اور رنج وغیرہ کے خیالات سے بالکل مبرا ہوتی
ہے اور اُسکی خوشی کی حالت اسی بات پر موقوف ہے کہ اپنے پچہلے رنجونکو قطعی بہول
جاوے - عاملان سفلی (اسپرچولسٹ) یہہ کہتے ہیں کہ وہ سب باتیں اُنکو بخوبی یاد
رہتی ہیں بلکہ زندگی کی حالت کی نسبت زیادہ یاد رہتی ہیں کیونکہ روحونکی یادداشت
جسمانی یادداشت سے قوی تر ہے" - ہم کہتے ہیں کہ حالت دیباچن کی خوشی اسلیئے معلوم
ہوتی ہے کہ انانیت روحانی کو پختہ یقین یہہ ہوتا ہے کہ گویا وہ بدستور دنیا میں موجود

سستی کی ہوتی ہے۔ اسکی نیند کے لئے بہی زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے حالانکہ اُسکا دن بہی اور لوگونکے برابر ہوتا ہے۔ یعنے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور اُسکا کام بہ نسبت دوسرے کے کم ہوتا ہے۔ پس اس حالت دیباچن کی میعاد اور کیفیت کا انحصار ہرایک انانیت کی خاصہ کی چستی اور خیالات کے جوش پر ہے۔ جسطرح ہرایک کی خاصیت جدا جدا ہوتی ہے۔ اسیطرح حالت دیباچن کا قیام اور اُسکی کیفیتیں ہرایک کے لئے جدا جدا ہوتی ہیں اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے موافق کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اس عام کیفیت میں کچھہ مستثنیات بہی ہیں جنکا ذکر اس موقعہ پر نہیں کیا جا سکتا۔

اس معاملہ میں علم الٰہی کے ایک بزرگ صاحب کمال لکھتے ہیں کہ یہہ خواب تبتک جاری رہتا ہے کہ جب تک کرم یعنے اعمال کی لہر اپنے کنارے تک نہ پہنچ جائے اور انانیت روحانی اُس حالت کو چہوڑ کر دوسرے عالم اسباب میں پہنچنے کو تیار ہو جائے یعنے جس درجہ تک اُس روح نے ترقی حاصل کی ہو اُسکو مطابق یا تو وہ دوبارہ اسی دنیا میں لوٹ آتی ہے۔ کہ جہاں پہلے تہی یا اُس حالت سے آگے کسی اور مقام میں پہنچتی ہے۔ دیباچن میں نہ کوئی گھنٹہ ہے نہ گہڑی ہے۔ گو سارا عالم سچ پوچہو تو ایک طرح کی گہڑی ہے۔ اور یہہ بہی یاد رکہو کہ عرصہ ایک ایسی شئی ہے کہ جو ہمنے خود ہی بنائی ہے کیونکہ اس دنیا میں بہی ایک تکلیف کی گہڑی ایک شخص کو قیامت سے بہی زیادہ دراز معلوم ہو سکتی ہے۔ اور خوش نصیبونکو گہنٹے اور دن بلکہ برسوں ایک لمحہ میں گذر جاتے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے۔

ایام مصیبت کے کاٹے نہیں کٹتے ÷ گہڑیاں عیش کی پل میں گذر جاتی ہیں۔

وقت ایک ایسی شئی ہے کہ جسکا اثباتی قیاس نہیں ہو سکتا۔ اور دلایل عقلی

ہوں کہ جنکو خواب حسی پورا نہیں کرسکتی۔ اور حالت دیباچن کے خواب کے بغیر
ان جوہر ونکی کمی پوری ہوکر انکو زندگی حاصل نہوسکتی ہو۔ اس سے ظاہر ہے
کہ حالت دیباچن ایک ایسی حالت ہے کہ جسمیں انانیت ادنیٰ اپنی شخصیت کی آگاہی
سے علیحدہ ہوکر آگاہی انانیت پوری پوری قایم رکہتی ہوئی داخل ہوکر اپنے اعلیٰ خیالات
اور آرزوہائے کسیقدر عرصہ کے لئے پورا کرسکتی ہے۔ اور اپنی خاصیت طبعی کو
دیگر ارواح کی صحبت اور ہم نشینی سے ترو تازہ کرسکتی ہے یعنے اور روحیں جو اس
حالتمیں ہیں۔ اُنکے ساتھہ ملکر لطف اُٹھا سکتی ہے۔ لیکن یہہ سب کارروائی روحانی ہے
اس حالتمیں دوبارہ خرقہ جسمانی اختیار کرنے والی انانیت پر اُسکے پچھلے حیات دنیاوی
کے تجربات کے جوہر ہائے روحانی امتزاج پکڑتے ہیں۔ اس کام کے لیے جو عرصہ
مطلوب ہے اُسکی معیاد اُس انانیت کی خاصیت پر موقوف ہے۔ جنکی خاصیت
میں چُستی اور چالاکی زیادہ ہے اُنکو اپنی صرف شدہ قوتوں کے بحال کرنےمیں اور اپنی
حیات سابقہ تجربات کا امتزاج پورا کرنےمیں کم عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اگر حالت دیباچن
کو حالت خواب اور ساکن دیباچن کو شخصیت جسمانی سے تشبیہ دیجاوے تو اُسکی کیفیت
اچھی طرح ذہن نشین ہوسکتی ہے۔ ذاتی خیالات کے جوش کے مطابق خواب بہی
صاف اور اصلی معلوم ہوتا ہے چنانچہ آگاہی یعنے چیتن چند لمحوں میں سالہا سال کے
دُکہہ اور سُکہہ بہوگ لیتی ہے۔ لیکن چست اور تیز خاصیت والے کو اکثر دُکہہ اور سُکہہ
زیادہ محسوس نہیں ہوتے اور طبعیت میں جسقدر چُستی اور تیزی ہوتی ہے نیند کا
عرصہ بہی اُسی کے مطابق کم وبیش ہوتا ہے۔ جب آدمی کے خاصہ میں چُستی ہو وہ اپنا
کام بہی جلد کرلیتا ہے۔ اور اُسکو نیند بہی اُسیقدر جلد آچکتی ہے۔ اور جسقدر خاصیت

ہیں اُسپر پیدا ہوئے ہوں اُنکو بجنسہٖ پہنچاوے۔ جو ایسے مخلوق ہیں سے زیادہ تر ناپاک
ہیں اور نفسانیت میں زیادہ مبتلا ہیں وہ ہمیشہ وجود دنیاوی اور لذات نفسانی کے حاصل
کرنیمیں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جملہ واقعات مثل سایہ میں آنا۔
چھینٹے میں آنا۔ بھوت پریت وغیرہ کا لگجانا۔ جسمانی بیماری وغیرہ مختلف قسمونکی تکلیفات
اُن لوگونپر عاید ہوجاتی ہیں کہ جنکے عادات اطوار اور خصوصاً خیالات اور خواہشات
اس قسم کی ہوتی ہیں کہ جو عین اُن واقعات کے مناسب حال ہیں۔
حالت دیباچن یعنے دیولوک جسکو بہشت بھی کہا جا سکتا ہے ایک ایسی آنند کی حالت
ہے کہ جسمیں روح انسان اپنے اعلیٰ آرزوہائے ایک روشن خواب کی سی حالت میں
پورا کرنیکے لئے داخل ہوتی ہے انسان فانی کے لئے یعنے اُس انسان کے لئے کہ جسکو
پھر حیات جسمانی اختیار کرنی پڑتی ہے اس حالت میں نہایت درجے کی آگاہی یعنے
چیتنتا حاصل ہوتی ہے۔ اس حالت میں روح کو تر و تازہ ہونے اور آرام کرنیکا موقعہ
ملتا ہے۔ حیات دنیاوی میں روز روشن کی محنت اور مشقت کے بعد نیند سے
جیسی آسایش حاصل ہوتی ہے۔ یہہ حالت بھی اُسی سے مشابہت رکھتی ہے۔ البتہ
یہہ فرق ہے کہ اُس حالت کے خوابہائے موہوم اور بے ترتیب نہیں ہوتے
بلکہ روح بہشتی کی آگاہی میں بطور اصلی کے ظاہر ہوتے ہیں۔ جان جسطرح جسم
میں تر و تازگی اور آرام کے خواہاں ہے۔ انسانکا خاصہ روحانی اور طبعی بھی
اُسیطرح آرام اور چین کا طلبگار ہے۔ کیونکہ حیات دنیاوی میں انانیت کی
طبعی اور روحانی قوتونکا برابر تصرف ہوتا رہتا ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ قوت
طبعی بھی صرف سے کم ہوتی ہو۔ پس انسانکی اصلیت میں کچھہ ایسے جوہر بھی

عناصری میں ملجاتے ہیں۔ جوہر خواہشات نفسانی یعنے کام جسم موکر کام روپ بنجاتا ہے۔ اور جو کچھہ ہوش اُسکو مدت دراز تک ضمیر ادنیٰ کے ساتھہ ملے رہنے کر حاصل ہوتی ہے۔ اُسی ہوش کے ساتھہ ایک مخلوق ہوائی بنکر کام لوک یعنی طبقہ خواہشات نفسانی میں پہنچتا ہے۔ اور وہاں اُسکو پھر دوبارہ موت آتی ہے۔ کام لوک وہ طبقہ یا حالت ہے کہ جہاں جوہر خواہشات غالب ہے۔ اُسکا مقام خلا رعجیب ہے اور وہ جسمانی آنکھوں سے نظر نہیں آتا نہ کسی اور حواس جسمانی سے محسوس ہو سکتا ہے۔ خلا میں جملہ انسان اور حیوانات کی شکلیں جو پہلے باہوش حیات جسمانی میں رہ چکے ہوں موجود رہتی ہیں۔ انسانکا جوہر کام یعنے خواہشات جسم انسانی سے علیحدہ ہوکر مادہ طبقہ نوری سے ملکر چند اقسام کے اجزائے عناصری اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اپنی خاصیت کے موافق شکل اختیار کرتا ہے۔ طبقہ خواہشات تثلیث آتما بدہی اور من کا ظرف ہوتا ہے۔ اور اِن تینوں جوہروں کی کوئی شکل یا صورت نہیں ہر جب باقی چار ادنیٰ جوہروں کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تب یہہ تینوں اعلیٰ جوہر حالت دیوا چن میں پہنچ جاتے ہیں اور کام روپ یعنے ہوائی مخلوق جسکو بہوت۔ پریت۔ آسیب وغیرہ کہتے ہیں کام لوک میں رہجاتا ہے۔ اور تمیز اور ذمہ واری سے خالی ہوتا ہے فقط خواہشات نفسانی اُسکے زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اسیلئے وہ خوفناک مخلوق بنجاتا ہے خاص خاص حالتوں میں وہ ظاہری صورت اور جسم اختیار کرسکتا ہے۔ اکثر جب کسی شخص عامل کے نور جسمانی کے قریب آجاتا ہے تو اُس نور کی وہارو سے پرورش پاکر فوٹوگراف کے آئینہ کی تصویر کیطرح وہ صورت پکڑجاتا ہے اور ایسی صورتوں میں وہ اِس قابل ہوجاتا ہے کہ عامل کے دماغ جسمانی میں جو نقش ہائے نوری حیات دنیاوی

پیدا ہوتے ہیں پاک یا ناپاک خاصیت کے بنجاتے ہیں۔ اور جب یہہ اجزا چھوٹ جاتے ہیں تو وہ جدید مرکبات میں ترتیب پاکر اور اور جسموں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور جو خاصیت اُنمیں تاثیرات سابقہ سے پیدا ہوگئی ہو اُسی کو ظاہر کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ ایک عام قاعدہ یہہ ہے کہ ایک خاصیت کے اجزا دوسری خاصیت کے اجزاء حیات سے مامور نہیں ہو سکتے ہر ایک شی ہمجنس کو کھینچتی ہے اور بُرے آدمی عالم میں سے بُرے اجزا اپنی طرف کھینچتے ہیں کیونکہ اُنکا جسم شمسی خراب ہوتا ہی اُسی وجہ سے لازم آتا ہے کہ ہم اپنے اجزا جسم کو اجزائے قبیحاسے جو جوش غصہ ناپاکی اور دیگر سیلان قبیحاسے پیدا ہوتے ہیں پاک رکھیں۔ اسی قانون کے اصول سے جنم مرن یعنے تناسخ تعلق رکھتا ہے جسکا ذکر باب آئندہ میں کیا جاویگا۔

باب چہارم

حالت بعد موت

عالم شمسی۔ اور عالم کبیر کے مانونتر اور پرلے کا ذکر اور انسانکا تعلق عالم کبیر سے بیان کرنے کے بعد انسانکی موت کے بعد کی حالت کا کچھہ ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ حالت پرلے سے مطابق ہے۔ اور اُسکی حیات جسمانی کی حالت مانونتر کی مطابق ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اُسکے تینوں ادنی جوہر یعنے خرقہ جسمانی اور جسم لطیف اور پران یعنے نفس اُس سے علیحدہ ہوکر منتشر ہوجاتے ہیں اور اپنے اپنے حالت

بُرُدِی گُپت وِدّیا انسانکے خیالات اور تصوّرات سے پیدا ہوتے ہیں عالم نوری میں اُنکی شکلیں
قایم ہوکر واقعات آئندہ کے سبب بنجاتے ہیں۔ انہی عکسونکے ذخیرہ سے اس عالم کے
بلکہ ہر ایک انسانکے گذشتہ اور آئندہ حالات بزرگان اہلِ کمال بجنسہٖ معلوم کرسکتے ہیں اس
عالم نور کا کچھہ مفصّل ذکر قانونِ کرم کے بیان کیوقت کیا جائیگا۔
عالم شمسی کا طبقہ حسی جسم انسان سے تعلق رکھتا ہے۔ اُسکا ذکر کرنا کچھہ ضروری نہیں معلوم
ہوتا۔ چند قسم کے باریک کرمہائے جو جسم انسان میں موجود ہیں وہ معماران قدرت
اور جنات عناصری کے مانند ہیں جو عالم شمسی کے طبقہ حسی میں رہتے ہیں۔ اِن اجسام عناصری
کی چار بڑی بڑی قسمیں ہیں۔ اُنمیں سے ایک قسم کا نام سیلمنڈرس دوسری قسم کا نام سلفس
اور تیسری قسم کا نام انڈائنس۔ اور چوتھی قسم کا نام نومس چیتن یعنے باہوش قوتیں جنکو اگنیس
یعنے آتشی اور گیس یس یعنے بادی۔ اور فلوائڈک یعنے آبی۔ اور منرل یعنے فلزاتی اجسام
عناصری یعنے بہوت جو عالم شمسی میں موجود ہیں انہی چاروں درجوں کے مطابق ہیں
جسم مادیکا ہر ایک ذرّہ ایک خالص جوہر حیات سے معمور ہے۔ ہر ایک جسم مادی متواتر
ترتیب پاتا رہتا ہے۔ اور ضایع ہوتا رہتا ہے۔ اور بیشمار ذرّے اوترتے جاتے ہیں
اور اُنکی جگہہ نئے ذرّے چڑہتے جاتے ہیں۔ لیکن یہہ ذرّے یعنے جوہر حیات ہمیشہ بدستور
قایم رہتے ہیں۔ یہہ گویا صغیر مخلوقات ہیں اور متواتر جسم چھوڑتے اور جسم اختیار کرتے
رہتے ہیں۔ لیکن اپنے ہی ہمجنس اجسام حیات کے دیگر ذرّونسے ملے رہتے ہیں مکہ جو
انسانکا جسم شمسی ہے۔ ذرہ ہائے مادہ کثیف جب جسم میں پہنچتے ہیں تو اونپر تاثیر اور نقش
چیتن یعنے آگاہی جو سب پر غالب ہوتی ہے۔ پیدا ہوجاتے ہیں اور اُسی کے دیگر اجزار
کے ساتھہ ملے رہنے کی وجہ سے اور نیز اون تاثیرات سے جو کہ خیالات ضمیری سے اونپر

ہو جاتی ہیں۔ تو وہ بھی علیحدہ ہو جاتی ہے۔ پران یعنے حیات کی کثرت کیصورت خواہشات
میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اور اُسکی منجمد صورت طبقات جسمانی یا جوہر جسمانی اور جوہر روحانی
یعنے جسم لطیف کے جوہر حیات بن جاتے ہیں۔

تکان نیند اور بہت سی قسم کی بیماریاں جوہر پران کی کثرت اور جسم انسا میں اُسکے درہم برہم
ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ حرکات دماغی یا حرکات اعضائے جسمانی میں جو زور پڑتا ہے
اُس سے جوہر حیات جسم کے اجزا کو ضائع کرتا ہوا بکثرت خارج ہوتا ہے۔ مرض کی حالتیں
جسم میں جوہر حیات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ صحت سے مراد جوہر حیات کا اپنے اپنے
مرکزہائے جسمانی میں قایم رہنا اور بتدریج تھوڑا تھوڑا کرکے خارج ہوتا ہے۔ اُسکی کثرت
اور غیر معمولی اخراج سے تکلیف اور مرض اور موت عاید ہوتے ہیں۔ زمانہ حال کے چند اطبا
کی رائے ہے کہ ترتیب جسمانی اور جوہر حیات کا حصہ ایک قسم کے باریک کیڑے ہوتے ہیں۔ جب اُنکی تعداد
میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو نقص جسمانی یعنے مرض وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

طبقہ نورانی جسم انسانکے جسم لطیف سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ عالم گویا تمام عالم کے آلہ فوٹوگراف
کا عکس لینے والا آئینہ ہے۔ اور اُسپر عالم امر اور عالم اسباب ہر دونوکے عکس پڑکر نقش
قائم ہو جاتے ہیں۔ طبقہ نورانی زمین کا گویا لفافہ ہے۔ اور اُسمیں سبب ہائے تصوری
سے نتایج ظاہرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور سبب ہائے ظاہرہ یعنے جسمانی سے نتایج معنوی یعنے
تصوری پیدا ہوتے ہیں۔ اُسکی اعلیٰ کیفیت یعنے حالت کا نام آکاس ہے۔ انسانکے
جسم لطیف کیطرح طبقہ نورانی بھی ایسے لطیف مادہ سے بنا ہوا ہے کہ اُسپر خیالات تصورات
انسانی اور ہر قسم کے فعل اور الفاظ یا آواز مستقل عکس پیدا کرتے ہیں کہ جو کبھی نہیں مٹتے
اسلئے اُسکو کتاب حیات کہتے ہیں (انہی نقشونکا نام چتر گپت یعنے نقش پوشیدہ ہے) کیونکہ جملہ واقعات

ہوتی جاتی ہے یہہ جوہر درجہ بدرجہ کثیف تر ہوتے ہوئے اس زمین پر آکے کثافت کے انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور پھر درجہ بدرجہ لطیف ہوتے ہوئے حالات اعلیٰ یعنے وجود لطیف حاصل کرتے ہیں۔

طبقۂ کام یعنے عالم خواہشات کا راز بہت ہی کم منکشوف کیا جاتا ہے۔ وجہ اسکی یہہ ہے کہ اُس عالم کے علم میں بڑی بھاری قوت ہے۔ اور جب تک دل کی صفائی انسانکو حاصل نہو یا طبیعت میں استقلال پیدا نہو جائے۔ اُس سے پہلے اگر اُسکا علم ہو جائے تو اُس قوت کو انسان سنبھال نہیں سکتا۔ جوہر خواہشات انسانیں وہ طبقہ ہے کہ جہاں سے خواہشات کے دونوں سرے کام کرتے ہیں۔

کرۂ الف میں جوکہ قوس نزول کا پہلا کرہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رُخ دوران کا حیات جسمانی کیطرف ہوتا ہے۔ اور نفس عظیم میں جو ہوتے ہیں اُنکے جنم یعنے یعنے جسم اختیار کرنے کی خواہش انکو مادہ میں لا پھنساتی ہے۔ کرۂ (ز) میں دوران کا رُخ پھر مادہ سے روح کیطرف پلٹتا ہے اور یہہ قانون دوران انسان میں ایک خاص نقطہ تک پہنچ جانے کے بعد اسیطرح موثر ہوتا ہے۔ جسطرح کہ عالم شمسی میں بعد نقطۂ وسطی دور چہارم کے ہوتا ہے۔

طبقۂ پران حقیقت میں ہر چہار طبقات عالم شمسی کا طبقہ اندرونی ہے۔ اور مادہ کے جتنے درجات عالم شمسی میں موجود ہیں۔ اُن سب میں نفوذ کرکے اُنکو حیات یعنے جان بخشتا ہے۔ پران ہر ایک طبقہ میں اپنا خاص مرکز رکھتا ہے۔ جنکو شمس کہتے ہیں اور یہہ ہر ایک طبقات میں بیشمار ہوتے ہیں۔ اور اُنکے اندر ہو کر پران ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں پہنچتا ہے اور اُنہی کے ذریعے سے وہ تمام عالم میں پھیلتا ہے جو پران کی دھار اسطرح آتی ہے۔ وہ مادہ کی مختلف شکلوں میں جمع ہوتی ہے اور مختلف قسم کی قوتیں بنجاتی ہیں۔ اور جب یہہ شکلیں معدوم

چیتن یعنے آگاہی جو اُسکی معلومات بمقابلہ ہماری معلومات اون اشیا کے جو بقید زمانہ اور فاصلہ
ہیں کیسے ہیں۔ لیکن گاہے گاہے ہمکو اس بات پر غور کرنا لازم ہے کہ جن حواس کے علم پر
ہم اسقدر نازاں ہیں علم فلاسفی کے ذریعہ سے غور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ علم بالکل
دھوکہ یا نا قابل اعتبار ہے۔ ضمیر ادنی یعنے کام منس جسکی اصلیت وہی
ہے جو کہ ضمیر اعلی کی ہے ضمیر اعلی سے جو تفاوت رکھتی ہے۔ اوسکی
وجہہ یہہ ہے کہ جسم اختیار کرنیکی حالت میں مادہ کی ملونی سے یعنے آمیزش سے اوسکی
حالت دیگر گون ہو جاتی ہے۔ کسی چیز کا ایک گولہ پانی پر تیرانے سے جو حصہ پانی میں ڈوبا ہوا
ہوتا ہے اُسکو ضمیر ادنی اور جو حصہ پانی سے اوپر خشک رہتا ہے اوسکو ضمیر اعلی سے تشبیہ
دے سکتے ہیں۔ پانی سے مراد عالم اجسام ہے۔ جسمیں انسانکے چاروں ادنی جوہر شامل
ہیں کہ جن سے ضمیر ادنی گہری ہوئی اور نم رسیدہ ہے۔ اور گولیکا وہ حصہ کہ جو پانی سے
اوپر ہوا میں موجود ہے وہ گویا عالم روحانی ہے۔ مرکز چیتن یعنے آگاہی جس سے ملو
انانیت روحانی ہے۔ ہر دو عالم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس تشبیہ میں گولیکے
اُس نقطے سے مشابہت رکھتا ہے کہ جو اُس گولیکا وسط عین پانی کی سطح سے ملا ہوا
ہے۔ اس چیتن کے گولے میں دونوں عالم یعنے عالم روحانی اور عالم مادی یعنے عالم ظاہر
اور عالم غیبی ہر دو کا علم پہنچتا ہے۔

اس تشبیہ سے ظاہر ہے کہ تثلیث اعلی یعنے آتما۔ بدہی اور من عالم کبیر کے تینوں طبقات اعلی
سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسیطرح چاروں ادنی جوہر یعنے کام۔ پران۔ لنگ شریر اور استہول شریر
عالم شمسی کے یعنے عالم کبیر کے چاروں ادنی طبقات سے تعلق رکھتے ہیں یہی جوہر ساتوں
درجہ نکو طے کرتے ہوئے دورہ کرتے ہیں۔ اور جیوں جیوں نسل انسان کی ترقی کرتی ہے اُنکی ٹہیکی ہیں

پس آفتاب جو زمین سے ۹۲۰۰۰۰۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ہمارے نظر میں آنے سے پہلے اپنے اصلی مقام سے آٹھہ منٹ اور بیس سیکنڈ کے درجہ تک چڑھ چکتا ہے۔ اور سیارہ مشتری ہماری نظروں میں آنے سے پہلے اپنے اصلی مقام سے باون منٹ کے درجہ تک چڑھ چکتا ہے۔ چنانچہ جب دوربین کی شست سیارے پوری اُس کیطرف لگائی جاتی ہے۔ تو شست اصل میں اُس مقام کے مقابل ہوتی ہے کہ جہاں دوربین لگانے سے دو گھنٹہ پہلے اصل میں وہ سیارہ موجود تہا۔ بارہویں مقدار کے ستارے سے جو شعاع یعنے کرن نکلتی ہے اُسکے دوربین کے شیشے تک پہنچنے میں ۴۰۰۰ برس لگتے ہیں معمولی سن بلوغ دل جسکا علم حواس پر موقوف ہے اور جسکے قیاس کے لئے قیود عرصہ اور فاصلہ لازمی ہے۔ اجسام فلکی کی اصلی ہستی کا علم اسکو صرف اوسوقت ہوتا ہے کہ جب انکا عکس آنکھوں پر پڑتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ سب ظاہرہ صورتیں اور دہوکہ کی شکلیں ہیں کیونکہ ستاروں کی اصلی صورت موجودہ ہمکو نظر نہیں آتی بلکہ صرف وہ صورت نظر آتی ہے کہ جو ہزار ہا سال پہلے اُنکی صورت اصلی تہی کہ جس عرصہ میں ہزار ہا مرتبہ اونکا طلوع اور غروب ہو چکتا ہے اور جن بروج میں ہمکو وہ اب نظر آتے ہیں اُنسے بالکل غایب ہو چکے ہونگے۔ جنکی بابت ہمکو کچھہ بہی علم نہیں ہوتا۔

نیا ایک چیتن یعنے آگاہی محیط بے انتہا خلا کے ہر جگہہ محیط یعنے موجود ہے۔ اوس بے انتہا خلا میں یہہ عالم انجم ایک ذرہ بمقدار کے برابر ہے۔ اور وہ آگاہی محیط جملہ معلومات یعنے حس و حواس میں فوراً داخل ہونیکے قابل ہے۔ چنانچہ ایک ہی لمحہ میں یکبارگی ہماندہ کا گذشتہ اور موجودہ اور آئندہ سب حال اوس چیتن محیط کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اور اُس لمحہ کا نام آب ہے۔ اسلئے کون کہہ سکتا ہے کہ ہماری ضمیر اعلی جو کہ ضمیر عالم کا ایک مرکز

پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ عالم کے سات طبقات ہیں سے تین اعلی طبقات اروپ یعنے بیشکل اور بالکل نہاں ہیں۔ اور جب مانونتر کے خاتمہ پر عالم شمسی کا مادہ منتشر ہوکر مفقود ہوجاتا ہی یعنے غائب ہوجاتا ہے تب بھی وہ تینوں طبقات روحانی قایم رہتے ہیں۔ اسیطرح انسان میں آتما بدہی۔ اور من جو تینوں اعلی تر جوہر ہیں بیشکل اور روحانی ہیں یہہ تینوں جوہر بھی باقی چار ادنی جوہروں کے منتشر ہوجانیکے بعد بھی قایم رہتے ہیں۔ یعنے انسان کی موت کے بعد بھی موجود رہتے ہیں۔ وجہ اسکی یہہ ہے کہ ہر ایک جوہر انسان کا طبقۂ عالم کے جوہر بالمقابل کے ساتھہ تعلق رکہتا ہے۔ اور اسیلیے جو قانون اُس طبقہ کے متعلق ہے۔ انسان کے اُسی جوہر پر اسیطرح موثر ہوتا ہے۔ احدیت روحانی انسانکی جو آتما اور بدہی سے مراد ہے اوسی جوہر سے ہے کہ جس سے روح محیط عالم کے دونوں) طبقات اعلی ترین سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ انسانکا من اُسی خاصیت کا ہے کہ جو برہما نڈ ہی من یعنے قدرت کا خاصہ ہے۔ اور برہما نڈ ہی من سے مراد چیتن یعنے آگاہی محیط ہے۔ اسی مرکز آگاہی یعنے انسانکے چیتن کی صورت ادنی کی ترقی اور توسیع سے انسان کمال روحانی حاصل کرتا ہے۔ یعنے ولی بن سکتا ہے۔ اور اُسی جوہر کا احدیت روحانی یعنے آتما بدہی میں جذب ہوجانیکا نام نروان یعنے نجات اور فنافی اللہ ہوجانا ہے اسی حالت کے بالمقابل جو عالم کبیر کی حالت ہے اُسکا نام پرلیے یعنے برہم کی رات ہے۔

جب من یعنے ضمیر کی صورت ادنی صورت اعلی کے ساتھہ ملجاتی ہے۔ جسکے ذریعہ سے عالم روحانی میں پہنچجاتا ہے۔ جہاں کہ انسانی قیاس عرصہ اور فاصلہ کا نہیں ہے اُس کیفیت کے سمجھنے کے لیے تمثیل مندرجہ ذیل کسیقدر مفید معلوم ہوگی۔ تمثیل یہہ ہے۔

کہتے ہیں کہ روشنی فی سکنڈ میں ایک لاکہہ چوراسی ہزار میل کا فاصلہ طی کرتی ہے

چیتن یعنے آگاہی۔ جو ابتدا میں تیسرے جوہر یعنے ضمیر میں موجود ہوتی ہے۔ اس قابل ہے
کہ پھیل کر ساتوں جوہر کو مکمل کرے۔ معمولی انسان کا چیتن جوہر ضمیر تک ہے۔ اور باقی دو جوہر اعلیٰ یعنے
بدھی اور آتما تک آگاہی صرف قوم انسان میں ہر چند کاملان نے جملہ قوم انسان سے پہلے حاصل کرلی
ہے ہر چہار طبقات ادنیٰ پر اور اُن طبقات کے بالمقابل ہر چہار جوہر و نیز انانیت یعنے
ضمیر خاص خاص مرکز اور مقامات ظہور و حرکت رکھتی ہے۔ اور جسم انسانی میں وہ مقام دماغ ہے

پنڈ اور برہمانڈ یعنے عالم صغیر اور عالم کبیر کا بیان

اب جسم انسان کو یعنے عالم صغیر کو جو تعلق عالم کبیر سے ہے اُسکا بیان کیا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم سے
علم تھیوصوفی کے اصول تعلیم ان مراتب کی بابت رہے ہیں۔ کہ انسان عالم کبیر سے ہر پہلو
اور ہر صورت میں کیا تعلق رکھتا ہے۔ اور انسان کے خیالات اور اُسکی چیتنتا یعنے آگاہی بابت
ہر شئی جو حس حواس اور قیاس میں آسکتے ہیں کیا ہے۔ اور انسان کا مقصود اعلیٰ کیا ہے۔
جملہ اصول قانون مطابقت بھی ان ہی امور پر مبنی ہیں۔ جسطرح برہم کا چیتن یعنے آگاہی آپ ہی
مادہ عالم پر عجیب و غریب خوب صورت شکلوں کا نقش پیدا کرتا ہے۔ اسیطرح انسان کی ضمیر
یعنے من اپنے عالم صغیر میں وہ نقش پیدا کرتا ہے کہ جنکا ظہور خط و خال یعنے شکل چہرہ
و سر اور عضو پر ابتدائی نقش کے کسیقدر مطابق ہوتا ہے۔ روح اور قوت باہم لازم و
ملزوم ہیں اور مادہ اور جسم یہ دونوں بھی ہمقدر ہیں۔ مادہ روح کا ظہور انتہائی یعنے آخری
صورت ظاہری ہے۔ اسیطرح جسم یعنے شکل قوت کا انتہائی ظہور ہے۔ اسلئے ہر ایک
قوت روحانی کی آخر کار کوئی نہ کوئی شکل مادی ہوتی ہے۔ جو کچھ عالم کبیر کی ترکیب میں بڑی
جزو میں موجود ہے وہی سب چھوٹے جزو میں انسان یعنی عالم صغیر میں موجود ہے۔

چنانچہ بہت سے جرائم جادو ٹونا وغیرہ۔ مثلاً سوکھہ چلانا یا کسی کو بیمار کر دینا۔ ایسے ایسے عمل اسی کے ذریعہ سے کئے جاتے ہیں۔ ڈورین گرے کے قصہ میں ان باتونکا مفصل ذکر ہے۔ جو کہ اکثر قبرستانوں میں مردے قبر سے باہر نکلے ہوئے ہیبت ناک صورتوں میں کھڑے یا پڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہہ گمان کیا جاتا ہے کہ شاید سکتے کی حالت میں یا زندے دفن کئے گئے ہونگے۔ اور بعد میں خود بخود باہر نکل آئے ہونگے۔ یہہ قیاس ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا۔ عجب نہیں کہ اسکا باعث بھی جسم لطیف کا کوئی فعل ہو زندہ انسانونکے خیال اور تصورات بد مردونکے جسم لطیف پر اسطور پر موثر ہوتے ہیں کہ انکو بظاہر نقصان پہنچتا ہے اور اسکے بعد اسکا اثر مردے کے جسم پر بھی پہنچ جاتا ہے۔ طبقہ نوری میں خیالات وجود اصلی مثہ جسم اور صورت کے رکہتے ہیں۔ اسکا حال مفصل بعد میں لکھا جاویگا۔ اسی وجہ سے مردہ کو جلانیکا دستور عالمان علم باطن اچھا بتلاتے ہیں۔ چنانچہ ممالک ہندوستان وغیرہ میں مردیکے جلانیکا رواج ہے۔ جلانے سے جسم کے اجزائے عناصری جو جسم لطیف کے ساتھہ سلسلہ تعلق قایم رکہتے ہیں۔ بہت جلد منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور انکے منتشر ہونے سے جسم لطیف بھی جلد مفقود ہو جاتا ہے۔ جو اثر قوی زندہ آدمیوں کے خیال اور تصور سے مردہ کے جسم لطیف پر ہو سکتا ہے۔ اور جو مخفی سلسلہ درمیان خرقہ اور روح خارج شدہ اور زندہ انسانونکی روح میں ہوتا ہے۔ اگر وہ سب اچھی طرح سمجھہ میں آجائے تو مردہ کی جلانیکی فائدے بخوبی سمجھہ میں آجائیں۔

جسم کثیف انسان کے باقی چھہ جوہرونکا ظرف ہے۔ اور جملہ جوہرونکا انتہائی ظہور ہے یعنے اسمیں جملہ نتائج اور سبب اور جوہر جنسے کہ وہ مرکب ہے موجود ہیں۔

چنانچہ انسان میں روح پاک۔ اور روح انسانی اور جسم جو ساتوں جوہر کا مجموعہ ہے موجود ہیں ۔

ہیں فاصلہ پر اور ونکو زندگی میں مجسم نظر آتی ہے۔
انمیں سے جو اول قسم کا لطیف تر جسم ہے وہ جسم انسانی سے نہ تو علیحدہ ہو سکتا ہی نہ نکالا جا سکتا ہی۔ لیکن بعد موت کے صاحب عمل کو لاش کے قریب قریب ہوا میں نظر آتا ہی۔ اور جوں جوں جسم کے اجزا زائل ہوتے جاتے ہیں وہ جسم لطیف بھی معدوم ہوتا جاتا ہی۔
دوسرا جسم لطیف۔ جو جسم کثیف کی زندگی کے عرصہ میں جسم میں ایک خاص مقام رکھتا ہی۔ اور کوئی خاص کام دیتا ہی۔ وہ جسم سے باہر کسیقدر فاصلہ تک اُس شخص کی قوت تصور یا بیخبری میں اور اُسکی بغیر مرضی کے پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور بغیر مرضی کے اور بیخبری میں جسم لطیف اُسوقت باہر نکلتا ہے کہ جسوقت انسان بیمار ہو یا کسی عمل کا معمول ہو۔
تیسرا جسم لطیف جسکو شکل تصوری کہتے ہیں۔ جوش خواہش سی باہر نکالا جا سکتا ہے۔ اور چونکہ اُسکا تعلق عالم نوری سے ہی۔ اسلئے دیکھنے والونکے عالم تصور میں نقش باطنی پیدا کرکے اُسکی شکل ظاہر طور پر دکہائی جاتی ہے۔ کئی قسم کے شکل تصوری یا جسم تصوری ہوتے ہیں۔ جنکے ساتھ چیتن یعنے آگاہی کا تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔ اور جسکے ذریعے سے وہ آگاہی کا کام کر سکتی ہی۔ معمولی انسان میں خواہ بحالت زندگی یا موت جسم لطیف کا باہر نکالنا بیخبری پر ہوتا ہی۔ تاہم اُسکو بے اختیاری نہیں کہا جاتا۔ لیکن کاملان علم باطن کا چیتن یعنے اُنکی آگاہی اُسوقت جسم تصوری میں جمی ہوئی ہوتی ہے۔ اسلئے جس جگہ اُنکا جسم لطیف پہنچایا جاتا ہی وہاں وہ خود آگاہی کی حالت میں موجود ہوتے ہیں۔
ایک عجیب کیفیت اس جسم لطیف کے متعلق یہہ ہی کہ جب یہہ خول لطیف تہوڑے سے عرصہ کے لئے جسم سے باہر نکالا جاتا ہے۔ اگر اُس عرصہ میں اُسپر کوئی ضرب یا ضرر پہنچایا جاوی تو وہ ضرر یا زخم ہوبہو جسم کثیف پر نمودار ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ اس سی ہلاکت بھی ممکن ہی

تو وہی جوہر جیو کہلاتا ہے۔
لنگ شریر یعنی جسم لطیف پران کا ظرف ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے جوہر حیات
مادہ کثیف جسمانی سے تعلق یعنے رابطہ رکھتا ہے۔ گویا پران اسی حوض میں سے نکلکر جسم
میں پھیلتا ہے۔ اور پھر اسی میں آکر جذب ہو جاتا ہے۔ اسکا وجود جسم ظاہری سے پہلے ہوتا
ہے۔ اور جسم ظاہر یکے سوتکے بعد یہہ جسم فنا ہوتا ہے۔ اصل میں یہہ جسم انسانی کا خاکہ ہے
کہ جسپر جوہر عناصری جسم انسانیکے جم جم کر جسم کی صورت بنتی ہے۔ اور اسی سانچے میں جوہر حیات
یعنے جان بھری جاتی ہے یہہ جسم کسیقدر پھیلاؤ اور سکڑاؤ کے قابل ہے۔ اور چونکہ یہہ چھوٹا بڑا
ہونیکے قابل ہے۔ اسلیئے اسکو جسم سیلانی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ یہہ جسم اس قابل ہے کہ چاہے پوری
عمر کے انسان کے قد میں ظاہر ہو جاوے حمل کی حالت میں نطفہ کے اندر موجود ہو۔
انسان کے ساتوں جوہروں میں سے جو اوپر مذکور ہوئے
اسی جوہر کی قوت سے زمانہ حال کے تصور اور علم روحانی کے متعلق بہت سی عجیب و
غریب مشاہدے ظہور میں آتے ہیں اس قسم کے مشاہدونکا مفصل حال سمجھنے کے لئے
ضرور ہے کہ جو تین قسم کی مختلف صورتیں اس جوہر کے ذریعہ سے دکہلائی دیتی ہیں۔ انہیں بیان
کیجاوے کیونکہ تینوں قسمونکو عام طور پر جسم لطیف کی کارروائی کہا جاتا ہے۔ اول قسم کا نام۔
وائیٹل ایسٹرل یعنے لطیف تر جسم معہ جان ہے۔ یہہ سارے جسم میں پران یعنے جان۔ اور جوہر
جسمانی کے باہم ارتباط کا ذریعہ ہے۔
دوسرا جسم لطیف معمولی جو جسم کثیف کا سانچہ ہے۔ اور بعد جسمی موت کے کام یعنے خواہشات
نفسانی کا ظرف بنجاتا ہے۔
سوئم شکل تصوری جو عالم نور میں تصور کے زور سے صورت پکڑ جاتی ہے۔ اور ایسی صورتوں

اور قایم رکھنے کی کوشش اور جن ذریعوں سے یہہ اغراض حاصل ہو سکیں اُنکو تلاش کرنیکی قوت
اور حرکات جسمانی کے کام ہیں لانیکا خیال ان ساری باتوں میں اسی جوہر کا کام پایا جاتا ہے۔
پس جسکو سول کہا جاتا ہے۔ وہ تین قسم کی ہے یعنے روح الٰہی۔ روح انسانی۔ اور روح حیوانی۔
ضمیر یعنے من ہی اصل انانیت ہے۔ اُسکا چڑہاؤ یا تو عالم روحانی کیطرف یا اُسکا اترا و جہان
فانی کیطرف ہوتا ہے۔ بذات خود وہ ان دونوں کیفیتوں میں سے کوئی کیفیت نہیں رکھتا
لیکن ایک طرح سے اُسکا انحصار دونوں پر ہے۔ اُسکے چڑہاؤ کے حالت کی توسیع کا نام
تائید باطنی اور اُسکے اُتراؤ کیحالت کی توسیع کا نام عقل حیوانی ہے۔
اب انسانکے تین ادنی جوہروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جسکے مجموعہ کا نام جسم انسانی ہے جوہر پران یعنے
جان حقیقت میں انسانکا ذاتی جوہر نہیں لیکن مادہ کی صورت ظاہری اور طریق قوت بند
منجمد ہو کر جوہر انسانی بنجاتا ہے۔ پران سے مراد دم یعنی نفس ہے۔ اور یہی دم ابتدا سے تخم میں داخل
ہوتا ہے۔ اور عناصری قوتوں کے ذریعہ سے وجود انسانکا بناتا ہے۔ بذات خود وہ کوئی صفت
نہیں رکھتا۔ لیکن مادہ کے ساتھہ شامل ہو کر حرکت اور استعمال کے ذریعہ سے طرح طرح کی صفتیں
حاصل کرتا ہے۔ اور پرانکی وہاروں کا رخ ایک خاص طرف کو رجوع ہو کر انسانکے اُس جوہر
کو پیدا کرتا ہے کہ جسکا نام کام یعنے خواہشات ہے۔ جسطرح آفتاب کی کرنیں یعنے دہوپ
پہیلی ہوئی حالتمیں زیادہ گرم نہیں ہوتی۔ لیکن جب آتشی شیشے کے مرکز میں بہت سی
کرنیں یکجا جمع ہوتی ہیں تو انکی حرارت اسقدر بڑہجاتی ہے کہ اس سے آگ پیدا ہو جاتے
ہے۔ یہہ جوہر حیات جو ہر طبقہ زندگی پر ادنی سے اعلی تک محیط ہے۔ پران یعنے جان
کے نام سے صرف اُسوقت نامزد ہوتا ہے کہ جب اسکا پسارا یا ظہور چار طبقات ادنی پر
ہوتا ہے۔ اور جب اُسکا فعل طبقات غیر مجسم اور نہاں یعنے طبقات روحانی پر ہوتا ہے

انانیت کی آگاہی ہوتی ہے۔ اسی کو سنسکرت میں اہنکار یعنے میں ہوں کہا جاتا ہے۔ من یعنی ضمیر کی دو کیفیتیں ہیں۔ ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ۔ وجہ اسکی یہہ ہے کہ ایک طرف تو من بدہی یعنی عقل سے ملا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف کام یعنی خواہشات نفسانی سے ملحق ہے۔ من کی انہی دونو کیفیتوں کی وجہ سے تہیو صوفی ہیں بدہی منس کے مجموعہ کو انانیت اعلیٰ اور کام منس کے مجموعہ کو انانیت ادنیٰ کہا جاتا ہے۔ اور یہہ دونوں ملکر انسان کی ضمیر کا چیتن یعنے آگاہی کہلاتی ہے ضمیر اعلیٰ وہ لافانی جوہر ہے کہ جو بار بار خرقہ جسمانی اختیار کرتا ہے۔ اور اسی لئے ہر ایک جنم کے تجربات کا اثر جو از قسم اعلیٰ ہوں انہیں جمع ہو جاتا ہے۔

ضمیر ادنیٰ ضمیر اعلیٰ کا عکس ہے۔ اور انسان کے باقی چار جوہر ادنیٰ۔ اور چار طبقات عالم شمسی کے ساتھہ ملکر اسکا ظہور ہوتا ہے یہی جوہر اصل انسان کا چیتن ہے۔ اور جب یہہ خرقہ جسمانی اختیار کرتا ہے۔ تو یہی انانیت روحانی کہلاتا ہے۔ اسی کو کہیں کہیں ضمیر قدرتی بہی کہا گیا ہے۔ جب یہہ جوہر بذریعہ کام یعنے خواہشات۔ اور پران یعنے جان۔ اور دیہہ یعنے خرقہ جسمانی کام کرتا ہے۔ تو اسکا نام ضمیر دماغی کہا جاتا ہے۔ اور جو ہوش اس سے ظہور میں آتی ہے۔ اسکا انحصار قوت مدرکہ کے ساتھہ جو تعلق فعل آلہ دماغ کا ہوتا ہے اسپر ہوا کرتا ہے۔ جس مقدار سے چیتن انسان کا ضمیر اعلیٰ میں رہتا ہے اسیقدر اسکی قوت بمقابلہ محدود قوت ضمیر ادنیٰ جسکے تعلق سے انسان کا خرقہ جسمانی انسان کہلاتا ہے سے زیادہ وسیع ہوتی ہے اور اسی سبب سے عرصہ اور فاصلہ کی قیود سے اسکی ادراک کی قوت مبرا ہو جاتی ہے یعنے اسکی علم میں یا فعل میں پابندی قیود زمانہ اور فاصلہ کی نہیں رہتی۔

جسکو عام طور پر سول یعنے روح کہتے ہیں اسکی تینوں کیفیتوں میں سے ادنیٰ ترین کیفیت کام یعنے خواہشات نفسانی ہے۔ انسان کی عقل حیوانی اور منبع جذبات یعنے شہوت۔ غصہ۔ لالچ وغیرہ اسی جوہر کے متعلق ہیں۔ جملہ عالم میں نسل کے بڑہانے اور اپنی جان اور جسم کی حفاظت

پنجم - پران یعنے جان -
ششم - لنگ شریر یعنے جسم لطیف -
ہفتم - استھول شریر یعنے جسم کثیف -
انھی ساتوں جوہروں کو حکماء مغربی نے تین حصوں پر منقسم کیا ہے -
اول - آتما کو روح محیط یعنے اسپرٹ کہا ہے -
دویم - بدہی اور من اور خواہشات نفسانی کے مجموعہ کا نام روح یعنے سول رکھا ہے -
سویم - پران یعنے جان - لنگ شریر یعنے جسم لطیف اور استھول شریر یعنے جسم کثیف -
ان تینوں کے مجموعہ کو خرقہ جسمانی یعنے باڈی کہا ہے -

سب سے اعلیٰ جوہر روح پاک - محیط مطلق بے جسم ناقابل بیان جملہ عالم ظہور کا ابتدائی اور انتہائی جوہر ہے - عالم میں یہی جوہر سب کا مجموعہ ہے - چنانچہ انسانوں کے ساتھ اسکی کچھ خصوصیت نہیں ہر ایک شکل اور جسم اور حالت کی اصلیت یہی جوہر ہے - انسانمیں اور عالم میں اسکا ظہور بدہی یعنے عقل کے ذریعہ سے ہوتا ہے - اور بدہی کے ساتھ ملکر یہی جوہر جیو یعنے ذرۂ الٰہی ہے اور اسی ذرے میں آفرینش کے ہر ایک جوہر کا لب لباب نہاں ہے - یہی ذرۂ روحانی ہے - اور لافانی اور ناقابل تقسیم اور بے بدل ہے - کیونکہ روحانی ہے - اور یہی سرچشمہ زندگانی ظاہر و باطن کی ابتدا اور انتہا ہے -

بدہی یعنے عقل اور من یعنے ضمیر اور کام یعنے خواہشات نفسانی - ان تینوں جوہروں کی مجموعہ کو عام طور پر سول یعنے روح کہتے ہیں - اور بدہی یعنے عقل کو روح اعلیٰ بھی کہا جاتا ہے - اسی کے ذریعہ سے جملہ اوصاف الٰہی انسانمیں پہنچتی ہیں - اسلئے بدہی کو روح الٰہی بھی کہتے ہیں -
من یعنے ضمیر انسانمیں وہ جوہر ہے کہ جس سے انسان اپنے آپ سے آگاہ ہوتا ہے یعنی جس سے

باب سوم

انسان سات جوہروں سے مرکب ہے

ہندو صوفی کا قول ہے کہ انسان سات جوہروں سے مرکب ہے۔ اور انمیں سے ہر ایک ایک جُدا قسم کی حرکت اور حقیقت کا مرکز ہے۔ جو عالم کے سات طبقات سے تعلق رکھتا ہے۔ حاصل کلام انسان ہمہ وجوہ عالم کبیر کا ایک پورا نمونہ ہے۔ اسلیئے جسم انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں اور جب انسان کے ساتوں جوہروں کی طرف بخوبی غور کیا جاوے تو یہہ امر صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے۔
علم ہندو صوفی کی کتابوں میں یہہ اصول سب سے مقدم رکھا گیا ہے اور اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی حیثیت ترقی پا کر حقیقت مطلق یعنے آگاہی محیط کے درجہ تک پہنچ سکتی ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے تئیں پہچان یعنے آتم گیان حاصل کر اور اسی بات سے یہہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جملہ عالم میں انسان ہی سب سے افضل ہے اور انسانمیں من یعنے ضمیر سے بڑھکر اور کوئی شئی نہیں۔ انسان کو ہر ایک ملت کے لوگ اشرف المخلوقات مانتے ہیں۔

انسان کے ساتوں جوہر یہہ ہیں

اوّل۔ آتما جسکو انگریزی میں سپرٹ کہتے ہیں یہی روح محیط یعنے برہم ہے۔
دویم۔ بدھی اسکو انگریزی میں سپرچوال سول کہتے ہیں۔ اس سے مراد عقل کامل ہے۔
سویم۔ من۔ اسکو انگریزی میں مائنڈ کہتے ہیں۔ اور جیو آتما یا روح انسانی اسی کا نام ہے۔
چہارم۔ کام یعنے خواہشات۔ اسکو روح حیوانی کہتے ہیں۔

میں آجاتا ہے یعنے اُسپر تاریکی چھا جاتی ہے - اور کرہ (د) روشن ہونے لگتا ہے یعنے ظہور پکڑنے لگتا ہے
اور جب کرہ (د) کمال کو پہنچ جاتا ہے تو کرہ (ہ) میں ظہور کا آغاز ہوتا ہے - اسیطرح ہر ایک کرہ کا
حال سیاروں کی لڑی میں ہوتا ہے - اسی قانون نوبت یعنی باری کے متعلق جو علم سر ودا ہے جسکے ذریعہ
سے یہہ جانا جاتا ہے کہ تت جنکو عناصر کہتے ہیں اونکی دہاروں کا یعنے قوتوں کا چڑہاؤ اوتراؤ جسم انسان
میں کسطرح ہوتا ہے - دونوں دہاریں دم کی جنکو نفس شمسی اور نفس قمری یعنے داہنا یا بائیاں سُر کہتے
ہیں ایک مقررہ ترتیب سے نوبت وار ایک ایک دوسرے کے بعد جسم انسانی میں جاری رہتے ہیں - جب
اُنکے بہاؤ میں یا بہاؤ کے مقررہ وقتوں میں کچھہ فرق آجاتا ہے - تو صحت جسمانی میں فرق آجاتا ہے
اور اگر وہ نقص برابر جاری رہے تو ہلاکت کو پہنچاتا ہے - کتاب مولفہ پنڈت رام پرشاد موسومہ -
نیچرس - فائنر - فورسس (یعنے قدرت کی لطیف قوتیں) میں طالب علم باطن کے
فایدہ کے لیئے بہت سا حال درج ہے - اسی قانون نوبت کی روسے چند اقسام کے عمل باطنی یعنے
منتر جنتر وغیرہ چاند کے اُتراؤ کے عرصہ میں ملتوی رکہے جاتے ہیں - اور پہر چاند کے چڑہاؤ کے
عرصہ میں وہ عمل کئیے جاتے ہیں تو کامیابی جلدی ہی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو عمل مطابق روموج
قدرت کیا جاتا ہے اُسکا نتیجہ بہ آسانی اور اچھا حاصل ہوتا ہے - اور بلا لحاظ رخ موج قوت قدرت
جو کام کیا جاتا ہے - وہ ناقص اور غیر مکمل ہوتا ہے - اور اسی مطابقت یا مخالفت کا نام موقعہ
یا بے موقعہ ہے -

واضح رہے کہ یہہ بیان متعلق ترکیب عالم صرف موٹی موٹی باتوں کا خلاصہ ہے - اور جو کچھہ بیان
کیا گیا ہے یہہ بہت ہی مختصر حال ہے - اگر کوئی صاحب ان اصولوں کا مفصل حال معلوم کرنا
چاہئیں تو کتاب موسومہ سیکرٹ ڈاکٹرن مولفہ میڈم بلیوٹسکی صاحبہ میں دیکھہ لیں -

✣

کے واقعات کی انکا اغراض زندگی کے لئے بنا ہوا ہے اور یہی صورت ترقی کی ہے۔ ہر ایک عرصہ آرام کے
بعد جب نیا دن ہوتا ہے۔ تو ہمیشہ کچھ نہ کچھ اختلاف حالات سابقہ سے پائے جاتے ہیں جو ہر ایک دن
ماقبل کے تجربونکا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور گو فعل ایک ہی قسم کا ہو۔ تاہم انہیں یہ امر پایا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس
ہر ایک مانونتر سے یہی غرض ہے یعنے روبترقی مدامی اور ہر ایک مانونتر میں درجہ بدرجہ اعلیٰ درجہ کا ظہور
ہوتا ہے جسکا باعث مجموعہ تجربات کا ہے جو قوم انسانکو مانونتر ہائے سابقہ سے حاصل ہوتے ہیں یہی
حال دوران اور نسلونکا ہے۔ ہر ایک نسل آئندہ ہر نقطۂ موج آفرینش میں بمقابلہ نسل ماسبق زیادہ اعلیٰ
ترقی کی حالتیں ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی سبب سے قوت روحانی اور عقلی جو نسل ایٹلینٹی کو نسل چہارم
کے اخیر میں حاصل تھی موجودہ انسانوں میں فی زمانہ نہیں پائی جاتی کیونکہ موج آفرینش میں یہ نسل
جو کہ پانچویں نسل ہے تاہنوز اس نقطہ پر نہیں پہنچی ہے۔ کہ جہاں نسل ماقبل یعنے ایٹلینٹی پہنچ
گئی تھی جبکہ ہماری اصلی نسل کی شاخ ہفتم پیدا ہو جائیگی تب ہماری حالت کا مقابلہ اصلی نسل
چہارم کی آخری حالت سے کیا جاویگا۔ اور معلوم ہوگا کہ پانچویں نسل کی آخری حالت چوتھی نسل
کی آخری حالت سے بلحاظ قوت روحانی و عقلی کئی درجہ بڑھکر ہوگی۔ اسیطرح زمانہ ظہور و زمانہ نہاں
کے پے درپے واقعہ ہونے سے جملہ عالم میں اور اس دنیا کے کل انسانوں میں مانونتر کی ابتدا سے
اخیر تک ترقی ہوتی رہتی ہے اور اسیطرح نوبت وار دن اور رات کی حالت ہر لمحہ وقت انسانی سے
لیکر برہم کے دن اور رات تک یہی حالت رہتی ہے۔ کہ جب ایک قوم عروج پاتی ہے تو دوسری قوم
کو زوال آتا ہے۔ اور اسیطرح جملہ حالات ملکی و خانگی میں بھی کبھی عروج اور کبھی زوال ہوتا رہتا ہے
اسیطرح جن کروں کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے۔ انمیں یہی حالت بیداری اور حالت خواب
پران کی دھار کے ایک کرہ سے دوسرے کرے میں گذر جانے سے واقعہ ہوتی ہے۔ یعنے جب
پران کی دھار کرہ (ج) سے گذر کر کرہ (د) میں پہنچتی ہے۔ تو پہلا کرہ یعنے کرہ (ج) حالت خواب

لگی رہتی ہے اس حالت ظہور کے بعد ایک عرصہ مفقودی کا ہوتا ہے۔ جسکو سنسکرت میں پرلے
یعنے برہما کی رات کہتے ہیں اس قسم کے دن اور رات یعنے زمانہ آفرینش اور زمانہ فنائیت کی دو دو ر
ہیں فنائیت شمسی یعنے سور جگت کا پرلے اُس عرصہ کا نام ہے کہ جب اُن سیاروں کی لڑی کا کہ جنکا
ہم اب ذکر کر رہے ہیں ساتواں دورہ ختم ہونیکے بعد عالم شمسی نہاں ہو جاتا ہے۔ اس پرلے
اور مہا پرلے یعنے برہم کی رات میں یہہ فرق ہے کہ پرلے میں وہ عالم جو کہ ظہور پکڑ چکا ہے نہاں سرد
بیحرکت اور چھلکے کیطرح خالی رہجاتا ہے۔ لیکن باوجود ان باتوں کے اُنکی ہستی قائم رہتی ہے۔ اور
مہا پرلے یعنے فنائیت کامل میں ہر قسم کا ظہور منتشر اور مفقود ہو کر اُس ابتدائی حالت مادہ میں پہنچ
جاتا ہے کہ جسمیں سے ابتدائی ظہور کیوقت وہ سب علیحدہ ہو کر پیدا ہوئے تھے۔ اگر جملہ عالم کو
جیب گھڑی سے تشبیہ دیجائے تو فنائیت شمسی یعنے پرلے اُس حالت کے مطابق ہوگی۔ کہ جو
گھڑیکے کانٹوں کی حرکت دورہ پورا ہو جانیکے بعد بند ہو جاتی ہے۔ لیکن کانٹے اور اُسکے پرزے
بدستور قائم رہتے ہیں۔ اور مہا پرلے کیصورت ایسی ہے کہ گویا گھڑی معہ اپنے کل پرزے
کانٹے وغیرہ کے بالکل پگھلکر اُسکا ہر ایک جزو منتشر ہو کر بالکل معدوم اور مفقود ہو جاوے اور اُس ابتدائی
حالتمیں پہنچ جاوے کہ جو ہر ایک شئی کا جوہر اصلی ہے۔ اس دنیا میں اس عرصہ کی بالمقابل موسم گرما و سرما
اور دن اور رات ہیں۔ نباتات اور دیگر صورتہائی جاندار جو موسم سرما میں بیجان ہو جاتی ہیں موسم بہار
میں اُنمیں از سرنو جان پڑتی ہے اور موسم گرما میں پھر زندہ ہو جاتی ہیں موسم بہار اور موسم خزاں گویا سال کے صبح اور
شام ہیں۔ اور جسطرح موسم کی تبدیلی سے نباتات وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اُسیطرح قانون دورانسل انسان وغیرہ کا ظہور اور مفقود
ہونیکا ذکر کتاب سیکرٹ ڈاکٹرن میں درج ہے مطابق قانون ضدین جسکی رو سے ہر ایک
فعل کے بعد اُسکا پلٹا اور ہر ایک حرکت کے بعد سکون واقعہ ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان
کی زندگی کا سارا عرصہ حرکت اور سکون پر منقسم ہے۔ اور ایک سلسلہ ترتیب وار گویا تاریکی اور روشنی

کے زمانہ میں کوئی عرصہ ایسا آتا ہے کہ قوت روحانی نیکی وبدی باہم مقابلہ پر رہتی ہیں مہاتماؤں اور
اولیاؤنکے لئے ہر وقت قوم انسانکی ترقی روحانی میں مدد دینا ممکن نہیں ہوتا۔ انکو موج قانون قدرت
کے موافق عمل کرنا پڑتا ہے۔ اُسکے برخلاف نہیں کرسکتے۔ ست جگ یعنے زمانہ زرین میں موج
قوت نیکی متواتر اور ہر جگہ موج زن ہوتی ہے۔ لیکن جوں جوں زمانہ تاریک ہوتا جاتا ہے عرصہ بھی
کم ہوتا جاتا ہے۔ جسطرح موسم سرما میں روز بروز دن چھوٹے ہوتے جاتے ہیں چنانچہ زمانہ نقری
یعنے تریتا جگ میں عرصہ جوش قوت روحانی کا ہر ایک صدی کے آخری ۷۵ سالو نمیں ہوا کرتا
ہے۔ علی ہذالقیاس زمانہ مسی یعنے دواپر جگ میں جوش ترقی روحانی ہر ایک صدی کے آخر
۵۰ سال میں ہوتا ہے اور زمانہ آہنی یعنے کلجگ میں جو ہمارے لئے اب گذر رہا ہے ہر ایک صدی
کے آخری ۲۵ سال کے اندر جوش ترقی روحانی پیدا ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اس صدی میں
۱۸۷۵ء سے ایک خاص زمانہ جوش ترقی روحانی کا شروع ہوا جو ۱۸۹۹ء کے خاتمہ تک بڑھتا جائیگا
اور تھوڑی ہی عرصہ میں وہ آفات اور تبدیلیات مخلوق پر ظہور پذیر ہونگی کہ جو اُس صدی کے
نتیجے اعمال دوران زمانہ سے عالم غیب میں صورت پذیر ہو رہے ہیں۔ قانون تبدیلیات دوران
کے مطابق جو حالت قدرت کی موج یعنے دہر عظیم میں واقعہ ہوتی ہے۔ اُسی کے مطابق تبدیلیات
چھوٹی لہروں میں بھی ہوتی ہیں یعنے جو عالم کبیر میں ہوتا ہے وہی عالم صغیر پر بھی موثر ہوتا ہے۔

دن اور رات کا بیان

عالم کے ظہور یعنے سرشٹی کے پرکاش کے عرصہ کو مانونتر کہتے ہیں ممالک مشرقی کی فلاسفی میں اسیکو
کو برہما کا دن کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں قوت نفس متواتر خلا رو دنیاوی میں عالمونکے بنانے اور علیحدہ
علیحدہ کرنے اور ملانے اور ابتدائی اصلی شئی سے مختلف شکل صورتونکے مخلوق کے بنانے میں

عرصہ اُس عرصہ کا سو حصہ ہے کہ جو خط اعتدال لیل و نہار یعنے وشب ریکھا کی حرکت میں پائے یعنے
بگر گتی کے لئے ضرور ہوتی ہے محور ارضی یعنے دہر و پر تیہو ی کا جھکاؤ بحساب پچاس سیکنڈ یعنے ثانیہ
جسکو سنسکرت میں بکلا کہتے ہیں فی سو سال میں گھٹتا جاتا ہے یعنے فی سال نصف بکلا کم ہوتا ہے چنانچہ
قطب ارضی کی گردش میں ۲۵۹۲۰۰۰ برس ہوتے ہیں اس سے ثابت ہے کہ قریباً ۲۳۹۵۲۰
برس پہلے محور ارضی یعنے دہر و زمین کا مدار ارضی کے ہموار تھا۔ جو کچھ تبدیلیات عظیم اس قانون
تبدیلی سے تاثیرات دنیاوی میں زمین پر واقعہ ہوتی ہیں اگر انپر غور کیا جاوے تو جو حالات
اکثر کتب قدیمی میں زلزلے سے بڑی بڑی تبدیلیں اور مظاہر عجیبہ کے واقعہ ہونیکی بابت مذکور
ہیں وہ راست و صحیح معلوم ہونگی معقول قیاس یہہ ہے۔ کہ قطب شمالی کا فاصلہ مدار ارضی
سے درجہ بدرجہ بڑہتا جاتا ہے۔ اور ۲۴۰۰۰ برس پیشتر ملک
شمالی کا خط سرطان میں واقع ہونا اس بات سے پایا جاتا ہے کہ
منطقہ حارہ کے جانوروں کی ہڈیاں اور بہت قسموں کے نباتات اب منطقہ باردہ اور شمالی روس
کے منجمد برفستانوں میں برآمد ہوتی ہیں۔ جیسی جیسی تبدیلیات مادی سطح ارضی پر واقعہ ہوتی
ہیں اونکے ساتھہ ہی ساتھ بالمقابل تبدیلی جسم اور طبیعت انسانمیں ہوتی جاتی ہے۔ اور یہہ باہمی
ایک دوسرے کے تبدیلی کا قدرتی اور لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ تہیوصوفی کا قول ہے کہ جملہ تبدیلیات
بیرونی کی بنیاد تبدیلیات قوت آفرینش یا ضمیر یعنے من پر موقوف ہیں جس زمانہ میں اس
قسم کی تبدیلیات عالم غیب میں پیدا ہوکر کوئی خاص نتایج اور کیفیت مجموعی عالم ظاہرہ میں
ظاہر کرنے لگتے ہیں اسی عرصہ کو تبدیلی دورانی کہتے ہیں۔ اب اس دنیا کا وہ موقعہ قریب
ہے۔ ایسے عرصہ کو زمانہ شفق یعنے سندہیا کہتے ہیں یعنے تاریکی ختم ہوکر روشنی کا آغاز
ہوتا ہے یا زمانہ نیک کا اختتام ہوکر زمانہ بد شروع ہونے لگتا ہے۔ اسیطرح ہر ایک قوم یا دورہ

یعنے (ج) ہے تو اُس دیار میں اپنے درجہ کی کیفیت اور حالات کے علاوہ اُن تجربات کے نتیجے
(D)
یعنے خاصیتیں بھی موجود ہوتے ہیں جو اُس دیار کو کرۂ (ڈی) یعنے (د) سے حاصل ہوئے ہیں۔
چونکہ اب مانونتر کا چوتھا دورہ ہے۔ اور نسل انسان کرۂ چہارم میں آباد ہے۔ اسلئے اب
ہم زمانہ آہنی کے درمیان میں ہیں اور چونکہ پانچ ہزار سال کا قرن جو اِس صدی کے ساتھ
ختم ہوگا یعنے جسکا اختتام سال ۱۹۰۰ء پر ہوگا اِس نسل کے چھوٹے قرنوں میں سے چوتھا
قرن ہے وہ کلجگ کا پہلا حصہ ہے۔ سیکرٹ ڈاکٹرن میں قرن شمسی کی تقسیم اسطرح کی گئی ہے۔

اول زمانہ زرین یعنے ست جگ - ۱۷۲۸۰۰۰ برس۔
دویم۔ زمانہ نقری یعنے ترتیا جگ۔ ۱۲۹۶۰۰۰ برس۔
سویم۔ زمانہ مسی یعنے دواپر جگ - ۸۶۴۰۰۰ برس -
چہارم۔ زمانہ آہنی یعنے کلجگ - ۴۳۲۰۰۰ برس -
۴۳۲۰۰۰۰ - میزان

نوٹ۔ یہہ میزان کی تعداد اُس تعداد نوگانہ واضعاف اقل ہے کہ جو سیارہ ہائے زحل
یعنے سنیچر۔ مشتری یعنے برہسپت۔ مریخ یعنے منگل۔ زمین۔ زہرہ یعنے شکر۔ عطارد یعنے بدھ۔
قمر یعنے چاند کو سورج یعنے آفتاب کے گرد دورہ کرنے میں صرف ہوتے ہیں۔ اور اِس عرصہ
کے بعد یہہ سب سیارے ایک درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔
مشہور دورہ ناروتی جو چھہ سو سال کا ہوتا ہے اور جسکی بابت یہہ کہتے ہیں کہ یہہ وہ عرصہ ہے
کہ جسمیں منطق البروج یعنے راسی چکر کا ایک ایک برج یعنے راسی کرہ زمین پر اپنا اثر رکھتا ہے۔
جسکو اگر بارہ بروج یعنے راسیوں میں ضرب دیا جاوے تو سات ہزار دو سو برس ہوتے ہیں (۷۲۰۰)
اور پھر اسکو راسی چکر کے ۳۶۰ درجوں میں ضرب دینے سے ۲۵۹۲۰۰۰ برس ہوتے ہیں یہہ

پہلے جو نسل چہارم تھی اسکا نام ایٹ۔لان۔ٹین تہا۔اُس سے پہلے کی تیسری نسل کا نام لی۔
میوریں۔انس تہا۔بقیہ جسمانی نسل سوم وچہارم اب تک پائی جاتی ہیں۔اور روحیں اس دنیا کی
پانچویں نسل میں منتقل ہوگئی ہیں۔ہر ایک نسل کی شاخیں ہوتی ہیں اور اُن شاخوں کی اور بہت سی چہوٹی
چھوٹی شاخیں ہوتی ہیں۔چنانچہ نسل قوم انگلشیہ ابتدائی نسل آریہ کی چہوٹی شاخوں میں سے
پانچویں شاخ ہے۔چہٹی چہوٹی شاخ کی نسل اب ملک امریکہ میں سرسبز ہونے لگی ہے۔اور اُس
نسل کی آمد کے ساتھ ہی ہمارے موجودہ حواس خمسہ میں ایک اور چھٹے حواس کی ایزادی
ہونے والی ہے۔

دور یعنے قرن یا جگ کا ذکر

اس دنیا کا ہر قسم کا ظہور خواہ جسمانی خواہ طبعی خواہ ضمیری خواہ روحانی کل قانون دوران زمانہ یعنی
قرن کے پابند ہیں چنانچہ ہر ایک نسل ہر ایک کرہ ہر ایک دورہ اور ہر ایک مانونتر مقررہ میعاد زمانہ میں
تکمیل پاتا ہے۔ہر ایک نسل کے لئے سات زمانے ہوتے ہیں اور اُن زمانوں کے نام یہہ ہیں۔
زمانہ اول کا نام زمانہ زریں۔اور زمانہ دوئم کا نام زمانہ نقری۔اور زمانہ سوئم کا نام زمانہ مسی
اور زمانہ چہارم کا نام زمانہ آہنی ہے۔پہر زمانہ پنجم زمانہ مسی اور زمانہ ششم زمانہ نقری اور زمانہ ہفتم
زمانہ زریں۔اول تین زمانہ کے حالات انبساط عالم کے قوس عروج پر پے در پے عاید ہوتے ہیں
جیسا کہ کروں کے بیان میں پہلے مذکور ہوا۔البتہ حالات قوس نزول اور قوس عروج ہر ایک نسل
یا کرہ میں یہہ فرق ہے کہ اُسی حالت مادی یا پسارا بیرونی میں لوٹکر پہنچنے میں حالات ماسبق کے
تجربات سے ہر ایک حالت اور صورت میں درجہ بدرجہ تبدیلی ہوتی جاتی ہے۔مثلاً پران کی دہار
جب کرہ (ای) (E) یعنے (ہ) میں ہوتی ہے جو اُسی درجہ یعنے سطح پر واقعہ ہے کہ جہاں کرہ (سی) (C)

ہے جیساکہ مانونتر میں سات دور سے ہوتے ہیں اسیطرح مادہ کے سات کرتے یعنے سات درجات ہر ایک دور میں ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک کرتہ میں نوع انسانکی سات نسلیں ہوتی ہیں۔ جب پران کی دھار کرّہ عرضی کی طرح میں تین دورے کر لیتی ہے اور چوتھے دورے میں کرّہ (ذی) یعنے (د و) تک پہنچ جاتی ہے۔ تو ہر ایک نسل کے ظہور کے ساتھ ایک نئی جنس انسانیں پیدا ہوجاتی ہے اور ہر ایک نسل کے ختم ہونے اور دوسری نسل کے شروع ہونے کے درمیان کے عرصہ میں کسی بڑے طوفان یا زلزلہ سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے اور مادہ کی مقناطیسی اور برقی حالتوں میں اور نیز آب و ہوا میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔ چوتھے دورہ کا وسط وہ مقام ہے کہ جہاں سے انبساط دنیاوی کا ہوو شروع ہوتا ہے یعنے انجماد جوہر مادی درجہ کمال کو پہنچکر رو بتنزل پکڑتا ہے اور انتشار جوہر مادی شروع ہوجاتا ہے اور قوت روحانی کی لطافت شروع ہوجاتی ہے چوتھے دورہ کی چوتھی نسل میں ہست کے بیٹے یعنے چیتن جیوآتما یعنے ارواح انسانی خرقہ جسم انسانی اختیار کرتے ہیں کیونکہ اسوقت میں دوران ماسبق کے ذریعہ سے مادہ اوس درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے یعنے اس لایق ہوجاتا ہے کہ باہوش چیتن شکتی اور قوت ارادی اُس جسم میں داخل ہوکر اپنی مرضی کے موافق کام کرسکیں۔ مکمل جسم انسان چیتن آتما یعنے آگاہ انانیت روحانی لافانی کا ظرف بنجاتا ہے۔ مدت دراز سے معماران قدرت نے یہہ عمارت تیار کرکے مکمل کی اور اب روح انسانی نے بطور کرایہ دار کے اس مکان میں سکونت اختیار کی سیکرٹ ڈاکٹرن سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جو آبادی اس دنیا پر موجود ہے وہ دور چہارم کی پانچویں نسل میں ہے۔ ہر جس سے یہہ معلوم ہوگا کہ ہم دوران مانونتر کے اور خاص اس دوران کے قوس عروج میں پہنچ گئے ہیں۔

جو نسل انسان دنیا پر اب موجود ہے وہ نسل آریہ کے پنجم نسل ابتدائی سے ہے اس سے

منوانتر اُس عرصہ کو کہتے ہیں کہ جب تک نظام شمشی کا قیام اور وجود اور حرکت قائم رہتے ہیں اور پران یعنے نفس کی دہار اِس عرصہ میں ساتوں گروں کی لڑی میں سے گذر کر سات دورے کر لیتی ہے نظام شمسی کا ہر سیارہ جو نظر آتا ہے اپنی ہی لڑی میں چوتھا سمجھا جاتا ہے اور عالم کے ساتویں طبقہ پر شکل مذکورہ میں کرہ (ڈی) (د) سے مطابق ہوتا ہے۔ ہر دورہ میں مختلف کروں سے زمین یا کسی اور سیارے کی انبساط کے مختلف طبقات ظاہر ہوتے ہیں۔ پران کی دہار کرہ ڈی کیطرف اُترتی ہے اور پھر کرہ (جی) کیطرف چڑہتی ہے اور ہر کرہ پر سے ساتوں طبقات یا مادہ کے درجات سے گذر جاتی ہے۔ اس ترقی کے ساتھہ مخلوق ذی حیات کی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اور کل انبساط یعنے پسارا اندر سے باہر کیطرف ہوتا ہے جیساکہ خیال محسوسات یا مرضی کے اندرونی جوش کے بغیر جسم انسانمیں کوئی تبدیلی یا حرکت واقع نہیں ہوسکتی ویسا ہی حال عالم مادی کا ہے۔ پہلے عناصری صورت پران کی پیدا ہوتی ہے۔ یعنے ناری۔ ہوائی اور آبی سے مادی تک ظہور پذیر ہوتے ہیں بعدازاں انہیں سے پران کی دہار پلٹا کہا کر اعلیٰ تر درجات مادہ کے بنکر نباتات وحیوانات اور انسانکی شکلیں بنجاتی ہیں۔ برہمانڈی چیتن جو ان باہوش قوتونکو خاص خاص صورتونمیں اور شکلونمیں ظہور دینے کا سبب ہے اسکو برہمانڈی من یعنے ضمیر محیط کہتے ہیں۔ یہہ من مہت یعنے ضمیر آلہی سے علیحدہ ہے جسمیں سے وہ مرکز ہائے چیتن انسانی پیدا ہوتے ہیں کہ جنکو جیو یعنے انانیت روحانی کہتے ہیں اور یہی روحیں بعد میں جسم انسانی میں جو پہلے سے تیار ہوتے ہیں داخل ہو کر جنم لیتی ہیں۔ برہمانڈی من یعنے ضمیر عالم اور ضمیر آلہی کی اصلیت ایک ہی ہے گو انکا ظہور یعنے پرکاش علیحدہ علیحدہ ہے۔ صورت ہائے مادی عالم مادی سے برہمانڈی من کی تحریک سے ظہور پکڑتی ہیں۔ اور مہت یعنے ضمیر آلہی وہ مرکز ہے جہاں سے روح انسان روح پاک کیطرف لوٹنے لگتی ہے۔ روح انسان بارہا جنم لیتا ہوا اور مرتا ہوا ہر ایک کرہ کے گرد دورہ کرتا رہتا

سیاروں کی جنبش دوری و دورہ کا باعث ہے اور اس سے صاف طور سے برقی اور مقناطیسی قوتوں کا خلا میں بلا ذریعہ کسی مادہ ہزار ہا میل تک انتشار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تین سو برس بھی نہیں ہوئے کہ گیوآرڈنو برونون اپنے مذہب کی خاطر سولی دئے گئے۔ انکا کفر صرف اسقدر تہا کہ انکا قول تہا کہ خلا لاانتہا ہے۔ اور وہ روشن اور غیر روشن عالموں سے پُر ہے اور وہ سب عالم آباد ہیں انکا قول ہے کہ ہر ظہور خواہ وہ کسی قسم کا ہو صرف تبدیلی حالت ہے مادہ ہمیشہ وہی رہتا ہے کیونکہ وہ تو ایک ہی ہے۔ ایک ہی شئی کو دو کیوں مانا جاوے۔ یعنے ایک جسمانی اور دوسرا روحانی بلکہ اصلی جوہر اور جُز دونوں کی ایک ہے۔ اگر تمہارا خیال درست ہو تو تمکو ہر چیز میں ایک ہی جوہر الٰہی نظر آویگا۔ یہی تہیوصوفی کی تعلیم ہے۔ جو اُسنے افلاطون۔ فیثاغورس اور پلاٹینوس اور دیگر حکما کی تعلیم سے حاصل کی تہی جنمیں سے ہر ایک مشرقی علوم باطنی سے واقف تہا۔ مطالعہ کی غرض سے تہیوصوفی عالم یعنے برہمانڈ کو سات طبقات یعنے سات درجہ ظہور پر مانتی ہے جنمیں تین اعلیٰ طبقات اور ادنیٰ ظاہر اور شکل صورت والے ہیں۔ انہیں چار طبقات پر وجود عالم محسوسات درش جگت قائم ہوکر نشو و نما پاتا ہے جیسا کہ شکل ذیل میں دیکھو۔

قوس عروج

Ascending Arc.

A The G

الف ز

B F

عالم

manifested

ظاہر

C E

ج ہ

Cosmos

D

کرۂ زمین

Descending Arc.

قوس نزول
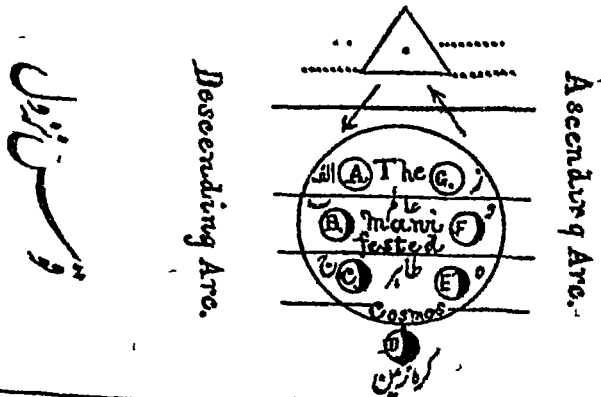
باہر اور ناقابل بیان ہے۔ جسکو اپکت کہتے ہیں۔ اسی تثلیث کے اظہار وجودی کو ہم آگاہی اور قوت اور مادہ کہتے ہیں۔ اگر آگاہی محیط کا وجود نہ مانا جاوے کہ جسکے ذریعہ سے مادہ کی قوت کی ترتیب اور رہنمائی جملہ حرکات عالم میں ہوتی ہیں تو باترتیب نتایج کے پیدا ہونیکا کوئی سبب سمجھہ میں نہیں آسکتا۔ عالم غیب سے عالم محسوسات کا ظہور جسکو سرشٹی یعنے آفرینش کہتے ہیں گویا قوت نفس کی باہر کیطرف رجوع ہونے سے ہوتا ہے اور جو مرکز گرداب کیطرح اُس دہار یعنے اسمیں بطور چکر پیدا ہو جاتے ہیں اُنکے گرد مادہ جمع ہوکر عالم کی صورت پکڑتا ہے۔ اسیطرح کرہ ہاے قایم ہو جاتے ہیں اور نفس کی قوت کی دہار ایک دوسری میں پہنچتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شی میں کسی باہوش آگاہ قوت آفرینش سے کل عالم وجود پکڑتا ہے۔ اور اسکی ترتیب اور تجویز پہلے سے ضمیر الٰہی میں اُسکر بحرِ لامحدود پر منقش ہوتی ہے۔ اس مقام پر آکاش یعنے خلا بھی نہیں ہے نہ نیستی سے وجود ہستی میں آنیکی کوئی صورت ہے۔ نہ ذرہ ہاے مادی موجود ہیں یہہ مقام چیتن ہے یعنے آگاہی مطلق اور نفس مطلق اور مادہ مطلق ہے بطریق فلاسفی نیوٹن صاحب اس بات کے قایل نہیں کہ مادہ محیط کے امتلا سے عالم کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن تہیوسوفی اس امر کو لازمی سمجھتی ہے۔ مادہ میں جو مخفی قوت مقابلہ کی موجود ہے جس سے کوئی شی اپنی صورت قایم رکہتی ہے۔ نیوٹن یہہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اگر کوئی جسم ساکن قوت حرکت نرکہتا ہو تو کوئی جسم متحرک سکونکی قوت بہی نہیں رکہہ سکتا۔ اسلئے کسی جسم کے آخرکار سکون اختیار کرنیکی یہہ کافی وجہ ہے کہ ہوا یا کوئی دیگر مادہ جس میں سے ہوکر وہ جسم گذرتا ہے اسی کے روکاؤ سے سکون پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جب یہہ دلیل حرکات سیاروں پر لگائی جاتی ہے تو مادہ کے امتلا سے عالم کے پیدا ہونے کا اصول جوکہ فلسفہ قدیم مانتے تہے اونکو مجبور ہوکر غلط کہنا پڑتا ہے۔ لیکن تو بہی جب وہ امتلا مادہ کے وجود کا انکار کرتا ہے کشش مرکزی اور کشش محوری کا تعلق باہمی ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہی

ترقی فن کاشتکاری کے صلہ میں عطا ہوئے۔ اور امریکن انسٹیٹیوٹ نے ایک پیالہ نقرئی بطور نذر
اونکو عطا کیا۔ اور علاوہ ازیں بہت سی تصنیفات علمی کتاب موسومہ پوسٹ ہیومس ہیومینیٹی
مولفہ اڈیلفی ڈیاسیر کا ترجمہ زبان انگریزی میں کیا اور اوسکے تتمہ میں اپنے ذاتی تجربات کا نتیجہ درج
کیا۔ اور پیس گریلی کے اخبار موسومہ نیویارک ٹریبون اور یونائیٹڈ اسٹیٹ سے اخبار مارک لین ایکسپریس
میں بطور نامہ نگار مضامین لکھتے رہے۔ یہہ امر قابل غور ہے کہ کرنل آلکٹ نے اپنی خدمات جنگی کا کوئی
معاوضہ یا پنشن بطور نقد طلب نہیں کیا نہ کچھہ لیا بہ حیثیت پریزیڈنٹ سوسائٹی بہت سے
بڑے بڑے معاملات مذہبی میں انہوں نے دل وجان سے اصلاح کرنے میں سعی بلیغ کی
اور اب تک کر رہے ہیں۔ بالفعل ملک جاپان کے بدھ مذہب کے عابدونکی انجمن میں بدھ مذہب کے
عقائد کے اصلی اصول بیان کرنے میں مصروف ہیں۔ یہہ کام ۱۸۹۱ء میں شروع ہوا۔ اور طریقہ ممالک
شمالی وجنوبی میں جو باہم سالہا سال سے تفرقات پڑے ہوئے تھے اس کام سے دونوں فرقونکا
باہم خیالات مذہبی میں اتفاق پیدا ہوجانیکی امید ہے۔

باب دویم

برہمانڈ یعنے عالم کبیر کا ذکر

ہندو صوفی کا قول ہے کہ عالم موجودات خواہ عیاں خواہ نہاں ضمیر الٰہی کا ظہور ہے۔ جس نقطہ
سے جملہ تقریر اور مباحثے بابت اصلیت اور ظہور عالم کے پیدا ہوتے ہیں وہ اننت یعنے مدامی
اور ناقابل بیان۔ اور قائم بالذات۔ چیتن پران اور بھوت یعنے آگاہی نفس اور مادہ کا
مجموعہ ثلاثہ ہے۔ اور اوسکے بعد وہ شئی ہے جو انسانکے وہم وگمان وعقل وقیاس سے

تھوڑے ہی عرصہ میں پھر آلکٹ صاحب نے اپنا پیشہ وکالت کا شروع کیا اور نیشنل انشورنس کم
ونشن کے کاروبار میں ہدایت اور مشورت وغیرہ دیتے رہے۔ اور ایک کتاب انکے دستور العمل
کی تصنیف کی ان ہی ایام میں انکی اول ملاقات میڈم بلیوٹسکی صاحبہ سے ہوئی اور موقعہ ملاقات کا اسطرح
پر ہوا کہ کرنل آلکٹ صاحب اخبار نیویارک گرافک کیطرف سے مشہور و معروف مظاہر عجوبہ جو عالم
ارواح سے مقام ورمانٹ کے کارخانہ موسومہ چٹنڈن میں ایک خاندان ایڈی نامی پر وارد ہو رہے
تھے تحقیقات کے لیے مقرر ہو کر ورمانٹ میں پہنچے انکی تحقیقات کا نتیجہ کتاب موسومہ پیپل فرام دی اور
ورلڈ میں چھپا چنانچہ اسی جگہ میڈم بلیوٹسکی صاحبہ سے انکی ملاقات ہوئی۔ اور بعد ازاں تھیوسوفیکل
سوسائٹی قایم کی گئی جب کرنل آلکٹ صاحب میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کے ساتھ ماہ دسمبر ۱۸۷۸ء میں
امریکہ چھوڑ کر ہندوستان کو روانہ ہوئیں تو کرنل آلکٹ صاحب نے کل کاروبار دنیاوی ترک کر دیا اور
اسوقت سے اپنی زندگی فقط تھیوصوفی کی ترقی میں صرف کر رہے ہیں۔ جب ۱۸۷۹ء میں جھوٹھی مخبری
کی وجہ سے انپر اور میڈم بلیوٹسکی صاحبہ پر پولس کی نگرانی کا حکم ہوا تو اسناد عطیہ گورنمنٹ امریکہ
گورنمنٹ ہند کے روبرو پیش ہوئیں اور جناب نواب گورنر جنرل بہادر ممالک ہند نے باجلاس
کونسل یہہ حکم صادر فرمایا کہ آئیندہ ان دونوں صاحبان کو کسی قسم کی تکلیف یا روک ٹوک نہ
کیجاوے۔ اور وہ اسناد تتمہ رسالہ تھیوصوفسٹ ماہ جنوری ۱۸۸۱ء میں شایع ہوئیں۔
کرنل آلکٹ صاحب جب امریکہ میں تھے تو طریقہ سوئیس کے بموجب ایک مدرسہ تعلیم کشتاورزی قایم
کیا اور تین کتابیں فن کاشتکاری میں تصنیف کیں جو کئی مرتبہ شایع ہوئیں۔ سرکاری قانون داں کی
خاص درخواست پر قانون متعلقہ کاشتکاری میں انہوں نے تین دفعہ لیکچر دیا اور سرکار امریکہ نے انکو
تحقیقات نباتات کے لیے کفرے ریا میں بھیجا چاہا۔ اور سرکار یونان نے اتھینس کی یونیورسٹی میں
فن کاشتکاری کا خاص افسر انکو مقرر کرنا چاہا اور یونائیٹڈ اسٹیٹ کی انجمن کاشتکاری نے دو طمغے انکی

بلیوٹنکی کے حالات جسقدر مشہور ہیں ان صاحب کے حالات سابقہ لوگونمیں اُسقدر مشہور نہیں ہیں۔ اسواسطے انکا حال کچھہ مفصل طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

جب امریکہ میں جنگ ملکی شروع ہوا۔ ایچ۔ ایس۔ آلکٹ صاحب جو سالہا سال سے قانون پیشہ تہے وکالت ترک کرکے ممالک شمالی کے محکمہ جنگی میں داخل ہوئے اور چار دفعہ دشمنونسے متواتر مقابلے کئے اور محاصرہ قلعہ میکون میں بہی موجود تہے۔ مثل دیگر ہمراہیاں فوجی میدان جنگ میں عارضہ پیچش میں مبتلا ہوگئے۔ جب صحت حاصل ہوئی تو انتظام اور ترقی معاملات کاشتکاری و دیگر چند امور میں جو انکی شہرت اور لیاقت سرکار میں مشہور ہو چکی تہی اُسکی وجہ سے افسران سرکاری نے دیگر معاملات میں اُنکی لیاقت کا فائدہ اوٹہانیکا منشا ظاہر کیا۔ چنانچہ محکمہ جنگی کا ایک خاص عہدہ انپر عطا ہوا۔ اس عہدہ میں اپنی جانکو خطرہ میں ڈالکر ایسی لیاقت کے ساتھہ کارگذاری کی کہ جسکی وجہ سے ٹہیکہ داران جو سرکار کو ایک مدت سے دہوکہ دیکر خوب لوٹ رہے تہے اُنکے فریب ظاہر کردئے۔ مجرم ہونیکے گروہ نے کرنل آلکٹ کو رشوت دینے کے لئے پانچ لاکھہ روپیہ جمع کیا لیکن روپیہ کرنل آلکٹ کے پاس پہنچانیکی جرأت کسی کو نہوئی۔ اسکے کچھہ عرصہ بعد محکمہ جنگی بحری میں وزیر جنگی کی منشا سے انکو ایک اور عہدہ عطا ہوا۔ اور افسران سرکار سے اسناد خوشنودی عطا ہوئیں۔ جب اختتام جنگ پر وہ ملازمت سرکار سے علیحدہ ہوئے تو ہر ایک محکمہ سرکاری سے انکی بے بہا اور حسن خدمات کے صلہ میں ایک ایک سے بڑہکر اسناد خوشنودی انکو عطا ہوئیں۔

کامانڈور۔ ایل۔ جے ہالٹ جج ایڈوکیٹ جرنل محکمہ جنگی۔ آنریبل پی۔ ایچ۔ واٹسن اسسٹنٹ سکرٹری محکمہ جنگی۔ آنریبل جی۔ وی فاکس اسسٹنٹ سکرٹری محکمہ بحری۔ آنریبل ڈبلیو۔ آئی۔ چینڈلیر اسسٹنٹ سکرٹری محکمہ خزانہ۔ اور دیگر بہت سے بڑے بڑے افسروں نے انکی محنت اور جانفشانی اور دیانتداری اور کامیابی ہر منصب مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کی تصدیق کی۔ اسکے بعد

طالب صادق ہیں کسی قسم کی ذہانت طبع یا کسی قسم کی اور لیاقت جو عمدہ ہو بلحاظ عادات اور اطوار ذاتی ہم پسند کر سکتے ہیں۔ راستی اور محبت بذات خود ایسے جوہر ہیں کہ اُنکے اظہار کرنیوالے اور رہنمائی کرنیوالونکی ذاتی اور جسمانی عادات اطوار سے کچھہ تعلق نہیں رکھتے۔ ہم اسباب کے عادی ہیں کہ شخصیت کیطرف زیادہ خیال کرتے ہیں۔ اور طریق الٰہی کو طریق دنیاوی سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں مناسب تو یوں ہے کہ ہم اپنے تئیں قدرت کے ساتھہ موزون بنائیں راستی جسطرح پر پہنچے اُسکو قبول کریں اور اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ قانون قدرت شخصیت کا لحاظ نہیں کرتی ہے اور جو کچھہ کہ بظاہر ہمکو ناموزون معلوم ہوتا ہے وہ بیماری سے ہے سمجھہ کا نقص ہے اور طریقہ کارروائی قدرت سے اظہار راستی میں کچھہ نقص نہیں۔ اور اُسکے بھید اور طریقے ہماری سمجھہ سے نرالے ہیں جب تک انسان راستی کا طالب صادق اور ثابت قدم نہو تب تک اُسکی پوشیدہ راستی اُسکو نہیں معلوم ہو سکتی اور نہ یہہ سمجھہ میں آ سکتا ہے کہ کن صورتو نمیں وہ بنی آدم کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں ہمارے اصلی حالات ہمارے دلی دوستونکو ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ دنیا کے نقطہ چینونکو کچھہ خبر نہیں ہو سکتی۔ جو راستی کو نہیں جانتے ہیں وہ صرف اپنی ہی غلط فہمیونکی نقطہ چینی کرتے ہیں یعنے جب کسی طالب راستی کی کوئی حرکت ظاہری اُنکو ناموزون معلوم ہوتی ہے تو وہ اُسکو عیب جوئی اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اصلی مدعا کی طرف غور نہیں کرتے۔ راستی کو چاہئے ہم قبول کریں یا نہ کریں لیکن اُس سے انکار نہیں کر سکتے۔

کرنل ایچ۔ ایس آلکٹ صاحب کا حال

تھیوصوفی کل سوسائٹی کی بنیاد قائم کرنے میں میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کے حامی اور معاون یہی صاحب ہیں یہہ صاحب ملک امریکہ کے باشندے ہیں اور انکی عمر اب قریب ساٹھہ سال کے ہے میڈم

اخبار ریویو آف ریویوز ماہ جون ۱۸۹۱ء میں مسٹر سنٹ صاحب پریسیڈنٹ صدر سوسائٹی لنڈن اور نیز چند شخص یعنے طالبان بیڈم صاحبہ نے بعد انکی وفات کے جو آٹھہ ماہ مئی ۱۸۹۱ء میں ہوئی ایک مضمون مفصل لکھا ہے جسمیں سوسائٹی کے قایم ہونیکا ذکر اور وہ کام جو بیڈم صاحبہ نے سوسائٹی کے قایم ہونے کے بعد کئے۔ اور ہمت اور کوشش جو اصول تہیوصوفی کے پہلانے میں ملک امریکہ ہندوستان اور یورپ میں اپنے آخری دم تک عرصہ ۱۶ سال میں کیں مفصل درج ہیں جو مظاہیر عجوبہ ایام طفلی سے اختتام زندگی تک انپر واقعہ اور وارد ہوئے ہیں اور جنکی بابت اسقدر شہرت ہو چکی ہے۔ اور جنکی بابت کل عالم ابتک کچھہ نہیں معلوم کر سکا ہے۔ انکا کچھہ ذکر موقعہ مناسب پر کیا جاویگا۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو کسی طریق فلاسفی یعنے علم حکمت کی قدردانی اس علم کے بانیوں کے ذاتی عادات اطوار کے بموجب کرتے ہیں۔ اسلئے تہیوصوفسٹ سے یہہ کہا جاتا ہے کہ جو طریق ترقی و کمالات انسانی تہیوصوفی بیان کرتی ہے انکو بہی بمقابلہ خاص عادات اور خاصیت طبیعت جو بیڈم بلیوٹسکی میں پائی جاتی ہیں بغور مقابلہ کریں مجہکو بذات خود اس قسم کے مقابلونکی ضرورت نہیں ہیں تو صرف طالب راستی ہوں اور راستی چاہے کسی صورت یا کسی کے ذریعہ سے ظاہر ہو خواہ وہ خیالات عام خیالات دنیاوی سے متفق یا مخالف ہوں طالب راستی کو اس سی کچھہ مطلب نہیں کیا ٹینی سن کی نظم کی فصاحت اور اسکے موثر ہونیمیں اس بات سے کچھہ فرق آسکتا ہے کہ چند اشخاص کو یہہ بات معلوم ہو جاوے کہ ٹینی سن ایک مٹی کا حقہ پیا کرتا تہا کیا سوئیڈن برگ کی تحریرات اُن اعلی طریق فلاسفی میں جو کہ اُنمیں درج ہیں بدیں وجہ ناقص سمجھی جا سکتی ہیں کہ اکثر اُن کا غذات پر ناسوار سکے دہبہ لگے ہوئے ہیں۔ شاعر یا فلاسفر کے ظاہری جسمانی حرکات یا عادات سی ہمکو کچھہ واسطہ نہیں ہے راستی اور نیکی جہاں کہیں اور جس صورت میں موجود ہو ہم اسکے خواہاں اور

کے بعد ہی وہ کچھہ ترش رو اور ملول خاطر رہنے لگیں اور اُنکا خاوند جو عمر میں اونسے بہت زیادہ تہا اور جس سے اُنکی طبیعت کی موافقت نہیں ہوتی تہی بغیر اُسکے اور دیگر رشتہ دار انکی اطلاع کے یک لخت اپنا ملک چہوڑ کر چلی گئیں۔ جو لوگ اُنکو لڑکپن سے جانتے تہے اگر تیس برس کی عمر میں اُنکو دیکھتے تو ضروری جان جاتے کہ اُنکو معمولی لڑکیوں کیطرح سمجہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ اونکی طبیعت کی بیقراری اور نازک طبعی اور خصوصًا اُس زمانہ میں مردونکا خوف اور مردونکا خیال اور ہر ایک راز اور پوشیدہ بہید و نکے دریافت کرنیکا کمال اشتیاق اور آزادی کی خواہش اسقدر غالب تہی کہ کوئی اُسکو روک نہ سکتا تہا۔ اُنکے خیالات وسیع اور عجیب قسم کی قوت باطنی پر اگر کافی طور پر غور کیا جاتا تو اُنکے خویش و اقربا ضرور جان جاتے کہ وہ ایک خاص قسم کی مخلوق ہیں اور معمولی انسان کیطرح اُنکے ساتھہ برتاؤ کرنا اور اُنکو روکنا ممکن نہ تہا۔ ایام طفلی میں بوجہ نازپروری کے اُنکی طبیعت میں کچہہ خودسری پیدا ہوگئی تہی جب کچہہ ہوش سنبہالی تو دنیاوی طریق صحبت و اخلاق کی پابندیوں سے یک لخت سرکش ہوگئیں۔ جہوٹی عزت کا خیال یا لوگونکے بُرا بہلا کہنے کا خوف اونکو بالکل نہ تہا دس برس کی عمر میں جسطرح مردانہ زین پر گہوڑے کی سواری کرتی تہیں اُسیطرح پندرہ برس کی عمر میں بلا تکلف مردانہ زین پر سواری کرتی تہیں۔ وہ کسیکو سلام نہیں کرتی تہیں اور نہ کسی رسم تعصبانہ اور رواجکے پابند تہیں۔ اور کسیکو کچہہ نہیں سمجہتی تہیں۔ لڑکپن سے ہی اُنکی ہمدردی اور محبت مسکین اور ادنی درجہ کے لوگوں سے تہی۔ بجائے اپنے ہمرتبو نکے نوکرونکے بچوں سے کہیلنے کا شوق رکہتی تہیں۔ اور اُنکے محافظونکو ہر وقت یہہ خیال رکہنا پڑتا تہا کہ گہر سے بہاگ بہاگ کر گلیوں میں کمینہ بچونسے کہیلنے کے لئے نہ چلی جاویں۔ چنانچہ جب ہوش سنبہالی تب بہی اُنکی محبت اور ہمدردی اپنے سے کم رتبہ اور غریب لوگونکی طرف رہی۔ اور امیرونکی طرف کہ جس خاندان کی خود تہیں ہمیشہ لاپرواہی اور بے غرضی رکہتی تہیں۔

تحقیقات میں سہولیت ہو کسی شخص کی ذاتی رائے یا عوام کی رائے غالب کی بابت سوسائٹی ذمہ وار نہیں ہے نہ اسمیں کچھہ دخل رکھتی ہے۔

اب خاص خاص ممبروں و ہمدرد فلسفوں کے متعلق کچھہ باتونکا ذکر کیا جاتا ہے اور اُنمیں سے سب سے اعلیٰ میڈم بلیوٹسکی صاحبہ تہیں۔

میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کا مختصر حال

اس عارفہ کاملہ کی زندگی کا پہلا حال اُنکی ہمشیرہ میڈم جیلی ہوڈسکی صاحبہ نے کتاب موسومہ سوانح عمری میڈم بلیوٹسکی مولفہ مسٹر سنٹ صاحب میں اسطرح بیان کیا ہے۔ جنوبی روس میں دریائے نائپر پر شہر ایکاٹرینا سلو میں بوقت صبح بروز جمعہ بتاریخ ۳۱ جولائی جو سال عیسوی کے مطابق ۱۲ اگست ہوتی ہے ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئیں اونکے والد بزرگوار کا نام کرنل ہین صاحب تہا اور اُنکی والدہ صاحبہ کا نام ہلینا فیڈیف تہا رکن سلطنت اینڈرو فیڈیف صاحب اور شہزادی ہلینا ڈالگارکی صاحبہ اُنکی نانا نانی تہے شادی ہونے سے پہلے اُنکا نام ہلینا پٹرونا ہین تہا ایام طفلی کے حالات اور کیفیت مزاج عادات وغیرہ اُنکے ایسے عجیب تہے کہ اگر اُنکے قریبی رشتہ داران اُن باتونکی تصدیق نہ کرتے اور اپنی چشم دید باتیں ضبط تحریر میں نہ لاتے تو وہ باتیں مثل افسانہ اور کہانیونکے سمجھی جاتیں اُنکی خالہ اپنی طرف سے اور نیز ایک رشتہ دار قریبی دیگر کیطرف سے جنہوں نے ملکر اُنکے حالات کی یادداشتیں تحریر کیں کہتے ہیں کہ ہم میڈم بلیوٹسکی کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اب بہ حالت پیرانہ سالی اُنکو دیکھتے ہیں جو حالات ہمکو معلوم ہیں وہ چشم دید اور تحقیق باتیں ہیں سنی سنائی باتیں نہیں ہیں لڑکپن سے ہی میڈم بلیوٹسکی ایک نرالی قسم کی لڑکی تہیں بہت زندہ دل اور اعلیٰ درجہ کی فہم اور فراست رکھتی تہیں اور خوش طبعی اونکی عادت میں تہی اور ہمت اور حوصلہ اور دلیری اور مستقل مزاجی اور تیز مزاج میں اس قدر تہا کہ لوگ حیران ہوتے تہے چنانچہ عالم شباب میں شادی ہونے

کے لحاظ سے ہزارہا اشخاص اس طریق کے پیرو ہو گئے ہیں جو لوگ اسمیں شامل ہیں اونکو اسی
آزادی سے رائے ظاہر کرنیکا کامل اختیار ہے اور زیادہ تر تاکید اس امر کی ہے کہ مختلف اعتقاد
ذاتی ہیں کوئی ایک دوسرے کی رائے میں دخل نہ دے اور اتفاق اور یگانگت کو کام میں لاوے
اور خیالات تعصبانہ اور اعتقاد بلا وجہ معقول کسی امر کا پیدا نہونے دے گو بہت سی عام مروجہ اصول
تہیوصوفی کے علم فلاسفہ کے متعلق ہیں اور نیز گپت ودیا یعنے علم باطن سی بہی تعلق رکہتے
ہیں تاہم سوسائٹی کا یہہ اصول نہیں کہ خواہ مخواہ کوئی ممبر بلا سوچے سمجہے اور بلا دلایل و وجہ معقول
کے کسی مسئلہ پر یقین لانے پر مجبور کیا جاوے نہ سوسائٹی کے ممبر و نیز کسی خاص عقاید یا شرائط کی
پابندی لازم کیجاتی ہے خاص اصول جو مجموعہ فلاسفی اور علم اخلاق یعنے گیان ودیا۔ اور اصول
دہرم تہیوصوفی کی کتاب ہسوسومہ سیکرٹ ڈاکٹرن ۔ اور وزڈم ریلیجن اور تہیوصوفی وغیرہ میں درج ہیں
انکو مذہبی عقاید کی پابندی سے کسی ممبر کو تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا اصل شرط اس سوسائٹی میں
شامل ہونیکی یہہ ہے کہ ہر معاملہ میں جو متعلق نیکی اور ترقی جملہ انسانکے ہو اسمیں اتفاق اور اتحاد برادرانہ
ملحوظ خاطر رکہا جاوے اور فرض عین سمجہا جاوے جملہ تہیوصوفسٹو نکا عام یقین یہہ ہے
کہ مختلف اقوام کے علوم دنیاوی اور گیان ودیا یعنے فلاسفی کو ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے
مطالعہ اور تحقیقات کرنے سے فی زمانہ بہت فایدے متصور ہیں کیونکہ اس زمانہ میں علمی باتیں
مذہب سے تعلق نہیں رکہتی ہیں اور مذہب علوم دنیاوی کے موافق نہیں ہیں اور دونو نکا باہم اختلاف
ہے اس سوسائٹی کی بہت سی کتابیں اور رسالہ اور تحریرات جاری ہیں جنمیں بڑے بڑے اصول گیان
ودیا کے تہیوصوفی کے نام سے شایع کئے جاتے ہیں اور گو عام لوگ انکو مانتے ہیں اور انپر یقین کرتے
ہیں تاہم سوسائٹی کی یہہ غرض نہیں کہ بغیر سوچے سمجہے عقاید مذہبی کیطرح لوگ اونکے پابند ہو جاویں
وہ صرف اس غرض سے بیان کئے جاتے ہیں کہ انکے ذریعہ سے خیالات دوڑاویں اور راستی کی

میڈم بلیوسکی اور کرنل آلکٹ کی رہنمائی سے تھیوصوفیکل سوسائٹی نے بہت جلد استحکام اور
شہرت حاصل کی ۱۸۷۹ء میں جب یہہ دونو بانیاں سوسائٹی ہندوستان میں آئے تو امریکہ کا کام
مسٹر ولیم کیوج صاحب کو جو شہر نیو یارک کے ایک مشہور فاضل قانون دان ہیں اور پہلے سے اس
سوسائٹی کے ممبر ہوئے تھے سپرد ہوا مفصل ذکر ترقی اور کارروائی اس سوسائٹی کا موقعہ پر کیا
جاویگا۔ لیکن بالاتفاق سرگرمی سے ان دونو صاحبان بانیان سوسائٹی کی کوشش سے جو نتیجہ ظہور میں آیا
ہے بیان کیا جاتا ہے گو ہر طرح اور ہر طرف سے اس سوسائٹی کے کام میں عوام کی طرف سے مخالفت
ہوتی رہی تاہم صدر مقام اڈیر واقعہ مدراس کے پندرہویں جلسہ سالانہ کے رپورٹ مورخہ ۲۷ دسمبر
۱۸۹۰ء سے ظاہر ہے کہ روز بروز سوسائٹی کی ترقی ہوتی جاتی ہے شاخ ہائے سوسائٹی حسب ذیل
قائم ہو چکی ہیں۔

(۱۸۷۵ء -) (۱۸۷۶ء - ۱) (۱۸۷۷ء - ۲)
(۱۸۷۸ء - ۲) (۱۸۷۹ء - ۴) (۱۸۸۰ء - ۱۱)
(۱۸۸۱ء - ۲۷) (۱۸۸۲ء - ۵۱) (۱۸۸۳ء - ۹۳)
(۱۸۸۴ء - ۱۰۴) (۱۸۸۵ء - ۱۲۱) (۱۸۸۶ء - ۱۳۶)
(۱۸۸۷ء - ۱۵۸) (۱۸۸۸ء - ۱۷۶) (۱۸۸۹ء - ۲۰۶)
(۱۸۹۰ء - ۲۴۱) -

مہاراجہ بنارس کا خاندانی سلسلہ تھیوصوفیکل سوسائٹی نے اختیار کیا ہے وہ یہہ ہے۔

ستیات ناستی پرو دہرمہ۔ یعنے راستی سے افضل کوئی طریق نہیں چنانچہ اسی وجہ سے
ہر درجہ اور اقوام اور مذاہب کے لوگ اس سوسائٹی میں شامل ہیں اور اسکی کارروائی اور مطالعہ
اور تحقیقات میں سرگرم ہیں ایک غرض راستی اور دوسری شرط اتحاد و ہمدردی برادرانہ۔ ان ہی دونو اصول

تھیوصوفیکل سوسائٹی

١٧ نومبر ١٨٧٥ء کو میڈم بلیوٹسکی اور کرنل ایچ ایس آلکٹ صاحب نے بموجودگی چند صاحبان ذی لیاقت و روشن فہم جو راستی کے صادق متلاشی تھے اور بے رو رعایت اصول فلاسفی اور خیالات زمانہ قدیم اور نیز زمانہ حال کے تحقیقات کا شوق دلی رکھتے تھے اور جنہوں نے باہم اتفاق کرکے جو ہدایت علم حکمت میڈم بلیوٹسکی صاحبہ منکشف کرنیکے لئے تیاری کر رہی تھیں سیکھنا ضروریات اور مصلحت سے سمجھا تھیوصوفی کل سوسائٹی کی بنیاد قایم کی اور تین ابتدائی اغراض کے پورا کرنے میں دل و جان سے کوشش کرنیکا اقرار باہمی کیا۔

تین اغراض یہہ تھے

اول یہہ کہ جملہ انسانوں میں بلا لحاظ قوم مذہب و ذات و رنگ و تذکیر و تانیث اتحاد اور ہمدردی برادرانہ پیدا کرنیکا ایک مرکز قایم کیا جاوے اور دویم علوم مذاہب حکمت وغیرہ اقوام مشرقی اور قوم آریہ کے مطالعہ اور تعلیم میں ترقی کی جاوے اور سویم یہہ کہ قانون قدرت کے مخفی بھید اور انسان کی مخفی روحانی قوتوں کی تحقیقات کیجاوے۔

١٨٧٧ء میں کتاب آئی سس ان ویلڈ کے شائع ہونیسے طالبان برہم ودیا کو بخوبی اطمینان ہو گیا کہ میڈم بلیوٹسکی صاحبہ جنہوں نے یہہ کتاب بے بہا تصنیف کی بطور ہادی ہدایت کرنے کے قابل ہیں یہہ کتاب مذہب فلاسفی اور علوم دنیاوی کا مجموعہ ہے۔ اس زمانہ میں اس بات کا اظہار کیا گیا کہ تھیوصوفی کل سوسائٹی چند مہاتماؤں یعنے صاحب کمال اور رسیدہ شخصوں کی تائید اور حکم سے قایم ہوئی ہے اور وہ مہاتما اس سوسائٹی کے معاون ہیں میڈم بلیوٹسکی صاحبہ کو علم الٰہی اور علم رموز کی تعلیم اس غرض سے کی ہے کہ اونکے ذریعہ سے ممالک مغربی میں فیض پہنچایا جاوے۔ ان مہاتماؤں اور صاحب کمالوں کا حال مفصل طور پر آگے مذکور ہوگا۔

اور عالم کی ترقی اور دانائی بڑہانے میں اتفاق کریں اور اس بات کی تعلیم کہ جملہ طریق ہا فلاسفی ملک یونان اور نیز دیگر ممالک کی اصلی اور ضروری اصول بالکل ایک ہیں مختلف فرقہ مذہبی کے اصول بہ لحاظ فلاسفی و مذہب اس طور پر سمجہائے کہ جس سے یہ ثابت ہوگیا کہ جملہ عقائد اور اصول قدیم مذہب دانائی یعنی برہم ودیا سے پیدا ہوئے ہیں اور سب کا مدعا ایک ہی ہے چنانچہ فلاسفی برہمنان بدہ۔ بیدانتی۔ آیونین۔ فیثاغورس۔ الی ٹیکس اور نوسٹکس سب کے اصول بطور مجموعہ سکہلائے گئے کہ جنمیں ہر ایک اصول اور عقائد کے لب لباب شامل تہے اونکے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طریقہ الیکٹک فلاسفی عام خیالات یورپ سے علیحدہ ہوکر گوشہ نشینوں میں پہنچا اور طالبان معرفت دنیا کے لوگوں سے تنگ ہوکر ایسی ایسی جگہ جاکر تعلیم پانے لگے گو یہ امر ایک ہمت کی بات تہی تاہم ترقی اور قیام علم حکمت کے لیے مفید نہ پڑا اور اسکا جو کچہہ اصول باقی رہا وہ پندرہویں صدی عیسوی کے فرقہ روزی کروشین کے عیسائی طریقوں میں رہا پوپو نکے ظلم کے زمانہ میں جن لوگونکو زمانہ قدیم کے فلاسفی کا حال کسی قدر معلوم ہوگیا اور جنہوں نے بے باکانہ انکا اظہار لوگونپر کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جان سے مارے گئے انمیں سے سروی ٹس۔ برونو اور وی نی نی ہیں جنکا طریقہ ہمہ اوست کا گویا تہیوصوفی کی ابتدا تہی کہ جن کو سترہویں صدی میں سپائی نوزا نے مکمل طور پر سمجہایا تحریرات علم رموز یعقوب بوہیم۔ سویڈن بارگ۔ پیراسل سس۔ اگریپا وغیرہ میں تہیوصوفی کے ابتدائی خیالات پائے جاتے ہیں اور نیز سنٹ مارٹن اور الیفاس لیوی کی تحریروں سے بہی ظاہر ہے اور اسکے بعد یہی طریق علم رموز اور علوم باطن اور تہیوصوفی زمانہ حال میں تہیوصوفی کل سوسائٹی کے ذریعہ سے دوبارہ سرسبز ہو

اور دیگر قدیم مذاہب اور فلاسفہ میں پائے جاتے ہیں اور کچھہ حصّہ چیلڈین اور عبرانی طریقوں میں جس قدر کہ اونمیں سے اب باقی ہیں پائے جاتے ہیں اور نیز یونان کے طریقہ فلاسفی ہمہ اوست میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن کسی جگہہ مفصّل اور مکمل طور پر نہیں پائے جاتے اور سال ۲۰۰ عیسوی سے پہلے کسی خاص گروہ کے اصولوں کو تہیوصوفی کے نام سے موسوم نہیں کیا گیا طریق فلاسفی جس کو نی اوپلے ٹونیک کہتے ہیں ۲۳۲ء میں روس کی تعلیم الگزنڈریہ میں اموینس سکاکس نے شروع کی اور اُس طریقہ میں جملہ اصول تہیوصوفی جو ایک زمانہ کے تجربہ اور تحقیقات سے بالتحقیق ثابت ہوگئی تہی شامل کی گئی اور اُن حکیموں کو جنمیں اوری جن پلاٹی نس پارنا ئیری وغیرہ شامل تہے ایلکٹک۔ تہی ارجسٹ۔ اینالاجی سٹس۔ نیوپلیٹونسٹس اور تہیوصوفسٹس وغیرہ ناموں سے پکارے جاتے تہے۔ اونکے بڑے بڑے تین عقاید حسب ذیل تہے۔

اوّل یہہ کہ ایک عظیم بے حد محیط مطلق خدا ہے جس سے کل قدرت ظاہر و غایب کا ظہور ہوتا ہے اور اُسی میں سب کچھہ پہر جذب ہوجاتا ہے۔ **دوئم** یہہ کہ انسانکی روح یعنی جیواتما کی اصلیت جوہر آلہی سے ہے اور بے حد قوت ترقی ظہور قدرت الٰہی اسمیں موجود ہے۔ **سوئم** یہہ کہ قدرت میں چیتن شکتیاں یعنے باہوش قوتیں موجود ہیں اور انسان میں قوت تصور اور روحانی قوتیں موجود ہیں اور وہ اس قابل ہیں کہ اونکو بڑہا کر انسان اونمیں سے قدرت آلہی کا کام لے سکتا ہے اپنے پیروکاروں پر نہایت پاک اور پارسائی کے طریقہ زندگی اور ذاتی خودغرضیوں سے بالکل اجتناب کرنیکی بہت تاکید ہوتی تہی اور جو جو شرایطونکو پورا کرسکتے تہے اونکو اُس درجہ کے موافق ہدایت اور تعلیم دیتے تہے اور اس امر میں زمانہ قدیم کے طریقہ ملک ہند۔ ایران۔ مصر اور یونان کے بموجب عمل کرتے تہے اموینس سکاکس نے اپنے شاگردوں کو اس امر کی تاکید کی کہ خیالات تفرقات خود اپنے دل سے اوٹہائیں اور تعصبات قومی کو چھوڑیں

جا ملتے ہیں اور اِس بیابان حیات انسانی میں جو چاہ اُس راستی کا ہے وہ گویا ثبوت اور شاہد وجود راستی عظیم کا ہے وہ قطرہ ہائے راستی جو انسانوں کے ذہن سے زمانہ قدیم میں مقطر ہو کر ٹپکے ہیں اور اب تک ٹپکتے آتے ہیں ان سے ہی وجود راستی کے بحر عظیم کا ثابت ہوتا ہے۔

جو اس راستی کی واقفیت کا دعویٰ رکھتے ہیں وہی تھیوصوفی کے دعویٰ کو اور اُس ترقی کو جو کہ تھیوصوفی روز بروز کرتی جاتی ہے مانتے ہیں انسانوں کی طبیعت کا خاصہ ہمیشہ خطا یعنے غلطی کرنیکا ہے۔ الانسان مرکب من النسیان والخطاء۔ جملہ خیال کرنیوالے اپنے پہلے خیالات اور تصورات کی ترمیم اور تردید کرتے ہیں اور اگر یہ ترمیم اور تبدیلی باقاعدہ ہوتی رہے تو وہ بات قانون ترقی اور تکمیل کے موافق سمجھی جاتی ہے یہ امر بالکل تحقیق ہے کہ کوئی خاص مذہب بذات خود یا کوئی طریق حکمت جملہ خیالات اور علوم انسان پر محیط نہیں ہے اور کوئی طریق مذہب یا دانائی راستی عظیم کے ایک پہلو سے زیادہ انکشاف کرنیکے قابل نہیں۔

تھیوصوفی زمانہ قدیم

تھیوصوفی بطور مجموعہ طریق مذہب یا فلاسفی یا علم حکمت مکمل طور پر کسی خاص دنیاوی مذہب یا طریقت زمانہ قدیم یا حال یا کسی خاص درجہ علوم میں نہیں پائی جاتی خیالات اور تحقیقات انسانوں کی ہر پہلو کی حقیقت یعنے راست اصولوں کا مجموعہ تھیوصوفی ہے۔ تھیوصوفی کا قدیمی نام گیان دہرم یعنے مذہب دانائی ہے اور اسی خطاب سے مختلف ملکوں میں پشت بہ پشت بہیراان وکاملان ہر ملت سے موسوم ہوتی رہی ہے اور صرف زمانہ حال میں عام تحقیقات اور مباحثہ کا مضمون ہو گیا ہے مشرقی یعنے قدیم قوم آریہ کے کتب بائے میں مختلف جگہ تھیوصوفی پائی جاتی ہے اور منتشر طور پر درج ہے۔ یکجا سلسلہ وار نہیں پائی جاتی اور اُسکی کسیقدر جزو پوشیدہ

کیفیت اُسکی انسان کو بظاہر معلوم ہوتی ہو۔ اور وہ اصلی کیفیت ایسی ہو کہ انسانکی عقل اور فہم اور بحث کو اُسمیں کسی قسم کی حجت پیدا کرنیکی مجال نہو۔ بعض چیزونکا علم ہم کو صرف اُس قدر ہوتا ہے کہ جو کچھہ اوسکی کیفیت بظاہر ہمکو معلوم یا محسوس ہوتی ہو جن مخفی قوانین سے وہ کیفیات ظاہرہ معلوم ہوتی ہیں وہ بھی چھپاؤ کیطرح دہوکہ دہ اور غیر مستقل ہیں۔ اور راستی کیطرح مخفی ہیں ہم اپنے ناواقفیت یعنے اگیان کی پردہ پوشی بڑے بڑے ثقیل الفاظ کے ذریعہ سے کرتے ہیں یعنے جن بہیدونکی ہمکو خبر نہیں ہوتی اُس جگہہ بڑے بڑے عربی یا لاطینی الفاظ کہدیتے ہیں اور ایسے ہی الفاظ کے مجموعہ کا نام کہ جنکے ذریعہ سے افعال۔ طریقہ زندگی اور اوصاف جداگانہ کا فرق ہمکو معلوم ہوتا ہے اور جس سے ہم مختلف اشیاء یا کیفیتونکے نام رکھہ لیتے ہیں خواہ اون سے پوری کیفیت کسی شئی کی ظاہر ہو یا نہیں علم حکمت رکہا گیا ہے لاانتہا مختلف صورتوں اور کیفیتونسے جو عالم میں ہمکو نظر آتی ہیں ہماری عقل حیران ہے اور جو اصلی حقیقت ہر ایک کیفیت کی عین العمق ہر شئی یا ہر کیفیت ہے اوسکی بابت ہمارا علم بہت ہی کم اور ناقص ہے تو پہر بتلائے کہ تہیوصوفی کی جس سے مراد تلاش راستی ہے کیا اب بھی ضرورت نہیں ہے۔ تہیوصوفی کی غرض اون مستقل قوانین کی تلاش اور تحقیقات سے ہے جو ہر ایک قسم کی حکمت اور ہر ایک مذہب کی بنیاد میں مخفی ہیں اور جو اُس واحد لاشریک اناادی اننت ست یعنے ہستی مطلق کے اِسقدر بے انتہا صورتوں میں ظہور پکڑنے کے سبب ہیں جسطرح آفتاب کی سفید کرن جملہ رنگ اور اونکے مختلف صورتونکا مخزن ہے۔ اسیطرح راستی یعنے حق اون جملہ قوانین کا مخزن ہے کہ جو طرح طرح پر ہر زمانہ میں اور ہر قوم کے لوگونمیں بیان کیگئے ہیں کسی نے کہا ہے کہ راستی کوئیں میں چھپی ہوئی ہے چنانچہ تہیوصوفی ایسا ایک بہرکنوا ہے کہ ہر فہمیدہ شخص کی پیاس بجہانیکے لئے کافی ہے اور جو اُس سے تمام عالم کو فایدہ پہونچانا چاہتے ہیں اُنکا زیادہ تر تعلق جدید تحقیقوں اور وسیع دریا خیالات سے ہے کہ جو راستی کے بحر عظیم میں

گلزار تصوف

باب اوّل

اگر کوئی پوچھے کہ تصوف کس کو کہتے ہیں تو اوسکے جواب میں ہم پوچھتے ہیں کہ راستی
کے کیا معنے ہیں ۱۸۰۰ برس سے زیادہ عرصہ ہوا کہ یہی سوال ایک ایسے بزرگ سے کیا گیا
تھا کہ جنہوں نے اپنی ساری زندگی گیان اور دیا اور نیکی کے ذریعہ سے اس سوال کے جواب کا اظہار
بطور نمونہ کرنے میں صرف کی لیکن سوال کا جواب نہ دیا۔ اور آجتک وہی سوال پے در پے
پوچھا جاتا ہے جسمیں سب حیران اور سرگردان ہیں۔ جس بات میں دانا وُنکو دم مارنیکا حوصلہ نہیں
مصنفان لغات بلا تکلف چند الفاظ سے اوسکی مراد اور معنے بیان کرنیکو تیار ہو جاتے ہیں چنانچہ
لفظ راستی کے لغوی معنے معلوم ہو جانے پر بھی حیات اور چیتن کا کوئی رمز بھی کسی پر مکشوف
نہیں ہوتا راستی کے لغوی معنے صحیح اور درست وغیرہ الفاظ سے بیان کئے جاتے ہیں پس
ان سے ویسی ہی آگاہی ہوتی ہے جیسے کہ کوّے کے معنے زاغ کہنے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اصل میں
راستی کے معنے اصل حقیقی کیفیت ہر شئی کی ہے جس سے اصلیت ہر ایک واقعہ یا شئی کی
مراد ہے اور ایسے واقعات اور حالات کی مجموعی کیفیت سے قیاس راستی کا حاصل ہوتا
ہے۔ اور اصلی کیفیت سے مراد یہہ ہے کہ جو حالت حقیقت میں کسی شئی کی ہو نہ یہہ کہ جیسے

فہرست مضامین گلزار تھیوصوفی

دیباچہ

تھیوصوفی یعنے برہم ودیا ایک بحر عظیم ہے۔ اس علم میں بہت سی کتابیں زبان انگریزی میں شایع ہو چکی ہیں۔ مگر کسی کتاب میں جملہ حالات مختصر طور پر یک جا درج نہیں ہیں کہ جس کے پڑھنے سے عام طور پر موٹی موٹی باتیں اور عام اصول اس علم کے سمجھہ میں آجایئں۔ اسلیئے مسٹر والٹر آر اولڈ صاحب شاگرد رشید جنابہ عارفہ کاملہ میڈم بلیوٹسکی صاحبہ نے یہہ کتاب موسومہ واٹ از تھیوصوفی۔ یعنے تھیوصوفی کیا ہے۔ واسطے شایقین کے تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کی عبارت انگریزی بھی کچھہ دقیق ہے۔ اور مضمون فلاسفی تو مشکل ہوتا ہی تھا۔ کیونکہ یہہ علم برہم ودیا ہے۔ ایسی کتاب کا ترجمہ زبان اردو میں کرنا بیشک مشکل ہے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ میرے جیسے نہایت محدود عقل اور لیاقت کے شخص کے لیئے ایسے کام کا قصد کرنا بھی داخل گستاخی ہے۔ مگر چونکہ علم کی تحصیل میں کچھہ عذر نہیں۔ اور بغیر شایع کرنے ترجمہ اس کتاب کے بہت شایقین علم الہی جو زبان انگریزی سے واقف نہیں ہیں۔ اس علم کی کیفیت سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ اس نظر سے جیساکہ عقل ناقص میں آیا اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں جسکو اردو کہنا بھی شاید مناسب نہو ترجمہ کرکے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے اور اسکا نام گلزار تھیوصوفی رکھا گیا ہے۔ امید کہ جو صاحبان اس میں کچھہ نقص یا غلطی پاویں بہ نظر عفو اُس کو معاف فرماویں۔ اور خود صحیح کر لیں ❊

ابناش چندر بسواس۔ ایف۔ ٹی۔ ایس

مورخہ یکم مئی ۱۸۹۴ء

گلزار تھیوصوفی

یعنے

(خلاصہ ترجمہ واٹ از تھیوصوفی)

مولفہ ڈبلیو آر- اولڈ صاحب ایف-ٹی-ایس

جسکو

(حسب الارشاد بابو رائے بروده کنٹھ لاہری صاحب بانی تھیوصوفیکل سوسائٹی لودیانہ)

بابو اباشچندر بسواس صاحب جائنٹ سکرٹری

تھیوصوفیکل سوسائٹی لودیانہ نے زبان انگریزی

سے فائدہ عام کے لئے زبان اردو مین ترجمہ کیا

لودیانہ

سنہ ۱۸۹۴

زنگاری پریس لودیانہ مین چھاپی گئی

یہہ کتاب لودیانہ مین معرفت کرپارام ایف ٹی ایس کلارک محکمہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لودیانہ ملسکتی ہے

بار اول　　تعداد جلد ۱۰۰۰　　قیمت ۸ ؍